امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا محمد اسحاق نیپالیؒ
■ کرب آگہی (تبصرۂ کتاب)
■ ملک کا مستقبل لہولہان......
■ ترمیم شدہ قانون شہریت......
■ انسانیت کا تحفظ
■ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ......
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 02 مورخہ ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳ر جنوری ۲۰۲۰ء روز سوموار

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بی جے پی کی نئی حکمت عملی

وزیر داخلہ امیت شاہ نے گھر گھر جا کر بی جے پی کے کارندوں کو سی اے اے، ان پی آر اور ان آر سی کے لیے حمایت جٹانے کی مہم پر لگا دیا ہے اور خبر یہ ہے کہ پوری تن دہی کے ساتھ ان کے کارندے اس کام میں لگ گیے ہیں، گھروں تک پہونچنے اور سیدھی سادی گھریلو خاتون سے دستخط لینے کے لیے ان لوگوں نے برقعہ پوش خواتین کو لگایا ہے، یہ خواتین یا تو مسلمان نہیں ہیں یا مسلمان ہیں تو وہ آر ایس ایس، بی جے پی کی آلہ کار بن گئی ہیں، یہ خواتین آدھار کارڈ کی فوٹو کاپی بھی لیتی ہیں، اور فارم پر دستخط بھی کراتی ہیں، یہ سی اے اے، ان پی آر اور ان آر سی کے لیے حمایت جٹانے کی وزیر داخلہ بی جے پی اور آر ایس ایس کی نئی حکمت عملی ہے، اس حکمت عملی کو ہمیں ناکام بنانا ہے اور اس کی آسان شکل یہ ہے کہ مرد و خواتین میں جو بھی اس مہم کے طور پر آپ کے گھر جائے، پہلے ان کا شناختی کارڈ طلب کریں؛ تاکہ پتہ چلے کہ وہ کون ہے، ممکن ہو تو اپنے موبائل میں اس کی اور اس کے شناختی کارڈ کی تصویر محفوظ کرلیں اور انہیں کسی قسم کا تعاون نہ کریں، بضد ہوں تو گاؤں یا محلّہ کے ذمہ دار کے پاس بھیج دیں اور کہیں کہ اس مسئلے پر آپ ان سے بات کرلیجئے، اس طرح آپ کے لیے اس سے پیچھا چھڑانا اور اس کی مہم کو ناکام کرنا آسان ہو جائے گا، دوسری طرف چوں کہ لڑائی طویل ہے، اس لئے احتجاج اور دھرنے میں سماج کے ہر طبقہ کو شریک ہوتے رہنا چاہیے، نکر میٹنگیں، دھرنا، سائکل ریلی وغیرہ احتجاج کی مختلف شکلیں ہیں، سماج کے دانشور طبقوں اور مختلف سیکولر پارٹیوں کو سی اے اے اور ان پی آر واپس لینے کی جد و جہد میں پوری قوت کے ساتھ لگے رہنا ضروری ہے، وکلاء کو بھی آگے آنا چاہیے اور مختلف سطح پر کی جانے والی مخالفت والی مہم اور طلبہ تنظیموں کا ساتھ دینا چاہیے، اس وقت مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کون کس پارٹی میں ہے، اور کس کے کیا نظریات ہیں۔

دیکھنا صرف یہ ہے کہ جو بھی ان قوانین کے خلاف ہے، ہم اس کے ساتھ ہیں، کیوں کہ یہ قانون دستور کی بنیادی دفعات ۱۴، ۱۵، ۲۵، تا ۳۰ سے متصادم ہے، اس لیے یہ لڑائی دستور کے تحفظ کی لڑائی ہے، ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی بقاء کی لڑائی ہے، بے زمین، بے گھر، خانہ بدوشوں اور دلتوں کی لڑائی ہے، جو زمانہ دراز سے ہندوستان میں رہ رہے ہیں، وہ پیدائشی طور پر ہندوستانی ہیں، یہاں کی ترقی میں ان کا خون جگر صرف ہوا ہے، ان کے آباء و اجداد نے قربانیاں دی ہیں، اس ملک کی آزادی کے لیے، بقا کے لئے، ترقی کے لیے، اب ان سے کاغذات مانگا جانا کہ اپنی شہریت ثابت کرو، ان کی اس ملک کے لیے قربانیوں کی توہین ہے، حکومت اس تحریک کو بزور طاقت کچلنے کی کوشش کر رہی ہے، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں پولس نے یونیورسٹی احاطہ میں گھس کر گولیاں چلائیں جے ان یو میں غنڈے طلبہ اور اساتذہ کو زد و کوب کرتے رہے، اور پولس جے ان یو کے گیٹ پر کھڑی تماشہ دیکھتی رہی، یوپی میں یوگی جرمانہ وصول رہے ہیں، دکانیں سِل کر رہے ہیں، لیکن جن لوگوں نے جے ان یو کی املاک کو نقصان پہونچایا، اس سے کوئی جرمانہ وصول نہیں کیا جا رہا ہے، بلکہ اب تک کسی کی گرفتاری بھی عمل میں نہیں آئی ہے، بابا رام رحیم کی گرفتاری کے بعد کروڑوں کی املاک تباہ کی گئیں، سرکار نے اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا اور سی اے اے کے خلاف پر امن تحریک چلانے والوں کو زد و کوب بھی کیا جا رہا ہے اور ان سے جرمانہ بھی وصول کیا جا رہا ہے، یہ واقعات بتاتے ہیں کہ ہندوستان کی جمہوریت پورے طور پر خطرے میں ہے، اور جس طرح پر امن احتجاج کے خلاف بی جے پی اور آر اس اس کے کارندے کاؤنٹر کر رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک تیزی سے خانہ جنگی کی طرح بڑھ رہا ہے، یہ ملک کے لیے بڑی خطرناک بات ہے، اس سے ملک کی سالمیت کو خطرہ ہے، اس لیے سرکار کو سی اے اے، ان پی آر، اور ان آر سی کے واپس لینے اور جائز مطالبات کو تسلیم کرنا چاہیے، جمہوریت میں عوام کی طاقت ہی اصل طاقت ہے اور عوام کے مطالبہ پر الٹے پاؤں واپس ہونا بزدلی نہیں ہے، بلکہ حقیقت کو تسلیم کرلینے کے مترادف ہے۔ اگر حکومت نے اس عوامی تحریک کی آواز کو نہیں سنا تو یہ مرکزی حکومت کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوگا، دھیرے دھیرے اس کی سیاسی زمین بھی کھسکتی چلی جائے گی، جیسا کہ جھارکھنڈ میں ہوا، دہلی اور بہار میں بھی، ایسے میں ضروری ہے کہ بی جے پی اور آر اس اس والے نوشتۂ دیوار کو پڑھیں اور پارلیامنٹ میں اکثریت کے بل پر غیر ضروری قوانین عوام پر نہ تھوپیں، ملک کے جو حقیقی مسائل ہیں ان کی اپنی طرف توجہ مرکوز کرے۔

بے روزگاری میں اضافہ

انسان کی بنیادی ضرورت روٹی، کپڑا اور مکان ہے، ان تینوں چیزوں کے حصول کیلئے مال کی ضرورت پڑتی ہے، اور مال معاشی سرگرمیوں سے حاصل کیا جاتا ہے، اگر معاشی سرگرمیاں ماند پڑ جائیں یا اس کے مواقع نہ ہوں تو انسان پریشان ہو جاتا ہے اور دو وقت کی روٹی کا حصول بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

مرکزی سرکار کی مالیاتی پالیسی کے نتیجے میں ملک میں بے روزگاری کی شرح میں خاصہ اضافہ ہوا ہے، سرکاری نوکریاں تو مل نہیں رہی ہیں، اب اس کے بدلے چائے اور پکوڑے بیچنا بے روزگاری دور کرنے کا بہترین طریقہ رہ گیا ہے، ہمارے وزیر اعظم چائے فروشی کیا کرتے تھے اس لیے انہوں نے اس کو بھی روزگار میں شامل کرلیا ہے، کھیتوں میں کام کرنے والے، مویشی چرانے والے بھی باروزگار ہیں، اس لیے کہ وہ بھی کسی کام سے لگے ہوئے ہیں۔

لیکن سنٹر فار مانیٹرنگ انڈین اکانومی (CMIE) کے سروے اور جائزہ کا اپنا طریقہ ہے، ابھی حال ہی میں ہندوستان کے تین صوبوں سے متعلق اس کی رپورٹ شائع ہوئی ہے، بہار کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ یہاں گذشتہ سال یعنی ۲۰۱۹ء میں ۶۳ء۳ فی صد بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، ۲۰۱۸ء میں یہاں بے روزگاری کی شرح ۸۴ء۷ تھی، جبکہ ۲۰۱۹ء میں یہ بڑھ کر ۱۰۲ء۴۷ فی صد ہوگئی ہے۔

اتر پردیش سب سے زیادہ آبادی والی ریاست ہے، یہاں بے روزگاری پہلے سے دوگنی ہوگئی ہے، ۲۰۱۸ء میں یہاں بے روزگاری ۹۱ء۵ فی صد تھی، جبکہ ۲۰۱۹ء میں یہ شرح ۹۵ء۹ فی صد کو پہونچ گئی ہے، ۲۰۱۱ء کے سروے کے مطابق پورے ملک کی سولہ فی صد آبادی صرف اس ایک ریاست میں رہتی ہے، ملکی پیمانے پر بے روزگاری کی شرح ۷ء۷ فی صد ہے، لیکن یہاں بے روزگاری دس فی صد ہے، یعنی ہر سو میں دس آدمی بے روزگاری کی مصیبت میں مبتلا ہے۔

مہاراشٹر ہندوستان کی آبادی کے اعتبار سے دوسری بڑی ریاست ہے، یہاں بھی بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے، ۲۰۱۸ء میں یہاں بے روزگاری ۸۱ء۳ فی صد تھی جو ۲۰۱۹ء میں بڑھ کر ۸۷ء۴ فی صدی ہوگئی ہے۔ یہ صورت حال صرف تین صوبوں کی نہیں بلکہ پورے ملک کی ہے، سابق معاشی صلاح کار کے مطابق ہندوستان معیشت کو بھاری مندی کا سامنا ہے، سرکار جی اس ٹی وصولنے میں لگی ہے اور ہر مہینے اس میں اضافے کی شکلیں سوچی جا رہی ہیں، جبکہ عام شہری دانے دانے کو محتاج ہوتا جا رہا ہے، در اصل جب سے مرکزی حکومت نے پورے طور پر آر اس اس کے ایجنڈے پر کام شروع کیا اور غیر ضروری مسائل سی اے اے، ان پی آر، ان آر سی، تین طلاق وغیرہ پر اپنی توانائی لگانی شروع کی، ملک کے بنیادی مسائل پس پشت چلے گیے اور ملک معاشی کساد بازاری کا شکار ہو کر رہ گیا، سرکار ان کاموں میں لگ گئی اور عوام احتجاج، مظاہرے، دھرنے اور کاغذات درست کرانے میں مشغول ہوگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ دولت کے حصول کے اصلی اور بڑے ذریعہ افرادی قوت میں کمی آئی، مشینوں کے اس دور میں مشین چلانے والے سڑکوں پر آگیے، بازار میں نقد کی کمی اور کمپنیوں میں افرادی قوت کی قلت نے ملک کو کنگال بنا کر رکھ دیا جو انتہائی افسوسناک ہے، بینکوں میں جو روپے تھے وہ بڑے بڑے صنعت کار بطور قرض لے کر کے بیٹھ گیے اور کئی تو ملک سے فرار ہو گیے، اب بینکوں کے پاس چھوٹی صنعت والوں کو قرض دینے کے لیے روپے نہیں ہیں، اس لیے گھریلو صنعتیں بند ہو کر رہ گئی ہیں، جو کارخانے چل رہے ہیں، ان کی مصنوعات کے گاہک دستیاب نہیں ہیں، کیوں کہ لوگوں کے پاس پیسہ نہیں ہے، سرکار نے کارپوریٹ گھرانوں کے ٹیکس میں بڑی سہولت دی ہے، لیکن چھوٹی صنعت والے کو سرکار کی اس پالیسی کا کوئی فائدہ نہیں مل رہا ہے۔

ہماری وزیر خزانہ نرملا سیتا رمن کے معاشی مندی کے حوالہ سے اس قسم کے بیانات آتے رہے ہیں، جس سے لگتا ہے کہ انہیں معاشیات کی سدھ بدھ نہیں ہے ملک میں نئے بجٹ لانے کی تیاری شروع ہوگئی ہے اور وزیر اعظم نے ٹویٹ پر عوام سے بجٹ کے لیے مشورہ طلب کیا ہے، مشوروں سے کیا ہوگا، بظاہر ملک کو اس مصیبت سے نکالنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، کیوں کہ ایسے بحران کے موقع سے من موہن سنگھ جیسے ماہر معاشیات کی ضرورت ہے، اور بی جے پی اور آر اس اس کا المیہ یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی من موہن سنگھ نہیں ہے۔

علماء کا فرض

"علماء کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو زندگی کے حقائق، ملک کے حالات، ماحول کے تغیرات اور تقاضوں سے باخبر اور روشناس رکھیں، ان کی کوشش رہنی چاہیے کہ مسلم معاشرہ کا رابطہ زندگی اور ماحول سے کٹنے نہ پائے، اس لیے کہ اگر دین اور مسلمانوں کا رابطہ زندگی سے کٹ گیا اور وہ خیالی دنیا میں زندگی گذارنے لگے، تو پھر دین کی آواز بے اثر ہوگی اور وہ دعوت و اصلاح کا فرض انجام نہیں دے سکیں گے اور اتنا ہی نہیں ہوگا؛ بلکہ اس دین کے حاملین کو اس ملک میں رہنا مشکل ہو جائے گا"۔ **(مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)**

بلا تبصرہ

"ہمارے ملک کے جو موجودہ حالات ہیں اس میں ہر چیز کو فرقہ وارانہ بنائے بغیر سیاست دانوں کا کام نہیں چلتا اور نفرت اس ملک میں آج کل آکسیجن کا کام کرتی ہے، فیض کی مشہور نظم "ہم دیکھیں گے" اسی فرقہ واریت اور نفرت کا نشانہ بنا دی گئی ہے، اگر یہی نظم فیض کے بجائے رام دھاری سنگھ دنکر یا ہری ونش رائے بچن نے لکھی ہوتی تو اس پر کوئی ہنگامہ نہیں ہوتا... بہت سی چیزوں کو مخمل پر پالا نہیں جا سکتا، وہ جہالت اور نفرت میں ہی پیدا ہوتی ہیں اور انہیں میں تمام ہو جاتی ہیں۔ **(منور رانا، ہندوستان ۴ر جنوری ۲۰۲۰ء)**

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

عفوودرگذر کیجئے

اور چاہئے کہ معاف کردیں اور درگذر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے، اللہ بہت معاف کرنے والے ہیں اور نہایت مہربان ہیں۔ (سورہ نور آیت ۲۲)

مطلب: - اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر دو متضاد جنسوں کے طبائع بہت لطیف اور نازک طریقہ پر ودیعت کیا ہے، یعنی وہ ملکوتی صفات اور حیوانی خصوصیات کا عجیب وغریب مجموعہ ہے، اس کے اندر اعلیٰ اخلاقی صفات کا عکس بھی ہے، اور بشری تقاضے کی وجہ سے اس کے اندر بھول چوک اور غلطیوں کا بھی امکان ہے، الانسان مرکب الخطاء والنسیان بھول چوک ہر کسی سے ہوتی ہے، ہاں کوئی کم کرتا ہے اور کوئی زیادہ کرتا ہے، اب اگر کسی سے غلطی ہوجائے تو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود اس کو معاف کردینا بلند ہمتی کا کام ہے، ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی قدرت رکھنے کے باوجود گنہگاروں کو معاف کرتا ہے تو بندے کے اندر بھی یہ خدائی صفت جلوہ گر ہونی چاہئے، اور خطا کاروں سے عفو ودرگذر کرتے ہوئے اس کی غلطیوں کو معاف کردینا چاہئے، البتہ خطا کاروں کو بھی اپنا دامن جھانکنا چاہئے کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کرے جس کی وجہ سے اس کو شرمندگی وندامت اٹھانی پڑے، بار بار غلطی کرنا اور معافی کا طلبگار رہنا اس کی حمیت وغیرت کے بھی خلاف ہے اور عزت نفس کے بھی، آیت مذکورہ میں گنہگاروں کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ کرنے کی تلقین کی گئی، یہ آیت ایک خاص پس منظر میں نازل ہوئی، غزوہ بنی المصطلق ۶ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ غزوہ سے مدینہ منورہ واپس ہورہی تھیں کہ راستہ میں قافلہ سے بچھڑ گئیں، کچھ منافقوں نے ان پر الزام تراشی شروع کردی، حتی کہ تہمت لگائی جس کا تذکرہ کتب حدیث وسیر میں تفصیل سے موجود ہے، بالآخر جب اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برأت فرمائی تو پھر تہمت لگانے والوں کی سرزنش ہوئی، ان لوگوں میں ایک مسطح بن اثاثہ بھی شامل تھے، جو غلط فہمی کے شکار ہوگئے، یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خالہ زاد بھائی تھے اور معاشی اعتبار سے بڑے تنگدست تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے فقر ومحتاجی کی وجہ سے ان کی خصوصی مدد کیا کرتے تھے، اب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قسم کھائی کہ وہ مسطح کی کفالت نہیں کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ نے جن کو گنجائش عطا کی ہے، ان کو ایسی قسم نہیں کھانی چاہیے، اور پھر کیا ہی خوبصورت انداز پر فرمایا گیا کہ تم انہیں معاف کردو، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اللہ تم کو معاف کردیں، چنانچہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے قسم سے رجوع کرلیا اور دوبارہ مسطح کی کفالت شروع کردی اور فرمایا کہ میں کبھی اس مدد کو نہیں روکوں گا، مفسرین نے لکھا ہے کہ کسی مسلمان سے سخت سے سخت گناہ بھی ہوجائے تو اس کی پچھلی نیکیاں ختم نہیں ہوتیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کی شان میں دوسرے مسلمان بھائی سے کتنی بھی بڑی غلطی ہوجائے عفوودرگذر کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اس سے باہمی تعلقات میں استوار آئے گی اور ماحول خوشگوار ہوگا۔

سکون قلب کا راز

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو دیکھو جو تمہارے نیچے ہے اور اس کو نہ دیکھو جو تمہارے اوپر ہے، کیونکہ اس رویہ سے اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ تم اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھو (صحیح مسلم شریف)

وضاحت:۔ اللہ تعالیٰ کائنات کے پورے نظام کو فطرت انسانی کے مطابق چلا رہے ہیں، یہ موسم کی تبدیلی، سورج کی تمازت، اور گرمی میں ٹھنڈی ہواؤں کی حلاوت، یہ سب کچھ ایک فطری نظام کے تحت گردش کرتے رہتے ہیں، اس میں کسی انسانی کاوش کو کوئی دخل نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال ودولت اور جاہ ومنصب کی نعمت عطا کی اور کسی کو اس سے محروم رکھا یا کسی کو کچھ زیادہ اور کسی کو کم دیا، یا کسی کو ایک چیز دی اور کسی کو دوسری چیزیں، یہ بھی اللہ نے اپنی حکمت ومصلحت پر رکھا، اب حکم دیا گیا کہ جس کے پاس کم ہے وہ اپنے سے اوپر والے کا تقابل نہ کرے، کیونکہ اگر وہ اپنے سے اوپر والے کو للچائی نظروں سے دیکھے گا تو اس کے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگا پھر اس کے نتیجہ میں ناشکری کا احساس ابھرے گا، اور آخر میں سکون کی نعمت سے محروم ہوجائے گا، ہاں اگر وہ اپنے سے نیچے والے کو دیکھے گا تو اس کے اندر اپنے اندر کی نعمت پر شکر بجالائے گا کہ اللہ نے مثلاً ہم کو صحت وتندرستی کی نعمت عطا کی، لیکن فلاں شخص صاحب ثروت ہونے کے باوجود صحت وتندرستی کی نعمت سے محروم ہے یا اس کے پاس سامان عیش وطرب کے باوجود اس کے استعمال سے عاجز ہے، تو پھر اس کے اندر شکر وامتنان کا جذبہ پیدا ہوگا، بعض سیرت نگاروں نے حضرت شیخ سعدیؒ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ وہ ننگے پاؤں کہیں جارہے تھے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو جوتا پہنے ہوئے دیکھا، اب ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ نے ان کو جوتا دیا اور مجھے بغیر جوتا کے رکھا وہ اسی تصور وخیال میں گم تھے کہ سامنے ان کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو لنگڑا تھا، اب ان کے اندر کا احساس جاگ گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے ہمیں اس سے بہتر بنایا اور دو تندرست پاؤں عطا کئے، اگر انسان زندگی کے ہر میدان میں اس پہلو پر غور کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ اگر وہ کسی ایک نعمت سے محروم ہے تو اللہ نے اس کو کوئی دوسری نعمت ضرور عطا کی ہے، اب اگر وہ ان نعمتوں پر شکر گذار ہوجائے تو وہ ہر طرح کی الجھنوں سے محفوظ رہے گا اور سکون وعافیت کی زندگی بسر کرے گا، البتہ اگر کوئی اللہ کی دی ہوئی توانائی اور قوت کو بروئے کار لائے، محنت ومجاہدہ سے اللہ کے فضل کو تلاش کرے اور اللہ سے عافیت کی دعا کا طلبگار بنا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی کاوشوں کو اس کے فائدے کے حد تک ضرور عطا فرماتے ہیں، یہی ہے کامیاب زندگی کا راز اور اسی سے ہم ترقی کے منازل طے کرسکتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عورتوں کا ناپاکی کے ایام میں اذان کا جواب دینا

حالت حیض میں عورت اذان کا جواب دے سکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح اذان کے بعد کی دعا پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجـــواب و باللہ التـــوفیق

اذان کا جواب اور اس کے بعد کی دعاء کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے دل سے اذان کا جواب دیا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (صحیح مسلم :۱/ ۱۶۷) ''اور جس نے اذان کے بعد کی دعاء پڑھی وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگیا۔'' (صحیح البخاری باب الدعاء عند النداء)

لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت بحالت حیض نماز تو نہیں پڑھ سکتی، البتہ حصول فضیلت کے لیے اذان کا جواب اور اس کے بعد کی دعاء پڑھ سکتی ہے، شرعاً جائز ودرست ہے۔ و یجوز للجنب والحائض الدعوات و جواب الاذان و نحوذٰلک کذا فی السراجیه. (الفتاویٰ الھندیه: ۱/ ۳۸)

حالت حیض میں سورۃ الفاتحہ اور معوذتین پڑھنا

میں اپنے بچہ کے رونے پر سورۃ الفاتحة، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کر دیتی ہوں، بچہ کا رونا بند ہوجاتا ہے، لیکن بعض دفعہ جب کہ میں حیض کی حالت میں ہوتی ہوں، مذکورہ سورتوں کو پڑھ نہیں سکتی، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ رو رو کر خود پریشان ہوتا ہے اور مجھے بھی پریشان کردیتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا میرے لیے اسکی گنجائش ہے کہ میں مذکورہ سورتوں کو پڑھ کر بچہ کو دم کردوں؟

الجـــواب و باللہ التـــوفیق

حالت حیض میں قران کریم کی کوئی بھی آیت تلاوت کی نیت سے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ''عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقرأ الحائض و لا الجنب شئیا من القرآن.'' (سنن الترمذی ؛باب ماجاء فی الجنب و الحائض لا یقرأ القرآن)

البتہ قرآن کریم کی وہ سورہ یا آیت جو دعاء یا اللہ پاک کی حمد وثناء پر مشتمل ہو، اس کو دعاء اور ذکر کی نیت سے پڑھنے کی اجازت ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ سورتوں کو جو دعاء پر مشتمل بھی ہیں، بہ نیت دعاء آپ پڑھ سکتی ہیں، اور بچے کو دم کرسکتی ہیں، شرعاً جائز ودرست ہے۔

'' ویحرم قرأة اٰیة من القران إلا بقد الذکر إذااشتملت علیه لا علی حکم أو خبر (مراقی الفلاح)(إلا بقصد الذکر) ای أو الثناء أو الدعاء إن اشتملت علیه فلا بأس به فی أصح الروایات. قال فی العیون ولو أنه قرأ الفاتحة علی سبیل الدعاء أو شئیاً من الآیات التی فیها معنی الدعاء و لم یرد به القراٰن فلابأسبه و اختاره الحلوانی و ذکر فی غایة البیان أنه المختار کما فی البحر والنهر (طحطاوی علی مراقی الفلاح/۷۷)

حالت حیض میں درود شریف کا پڑھنا

عورت اپنی ناپاکی کے ایام میں تسبیحات اور درود شریف کا ورد کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجـــواب و باللہ التـــوفیق

عورت حالت حیض ونفاس میں ذکر واذکار، درود شریف اور تسبیحات پڑھ سکتی ہے، شرعاً جائز ودرست ہے۔ (ولا بأس) لحائض و جنب (بقراء ۃ أدعیةو مسّهاو حملهاو ذکر اللّٰه تعالیٰ و تسبیح) (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۱/ ۴۸۸)

حائضہ کا اوقات نماز میں ذکرواذکار کا معمول بنانا

ایام حیض کی وجہ سے عورتوں کے معمولات میں فرق آجاتا ہے، ان ایام میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بعد میں بعض عورتیں کاہلی کا شکار ہوجاتی ہیں اور نماز میں سستی کرنے لگتی ہیں، ایسی عورتوں کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجـــواب و باللہ التـــوفیق

اپنی عادت اور معمولات بحال رکھنے کے لیے مستحب یہ ہے کہ ایسی عورتیں نماز کے اوقات میں وضو کر کے اپنے مصلیٰ پر آکر بیٹھ جائیں اور جتنی دیر نماز میں گذارتی ہیں، اتنی دیر تسبیح وتحمید اور ذکر واذکار میں مشغول رہیں تاکہ معمولات میں کوئی فرق نہ آئے۔ ''یستحب لها أن تتوضأ کل صلوٰة و تقعد علی مصلاها تسبح و تهلل وتکبر بقدر ادائها کی لا تنسیٰ عادتها'' (رد المحتار: ۱/ ۴۸۴)

وقت پر حیض نہ آتا ہو تو عدت کیسے گذارے گی

ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی، وہ حیض سے عدت گذار رہی ہے، وقت پر حیض نہیں آتا ہے، چار ماہ اور پانچ ماہ کا فاصلہ ہوجاتا ہے، دو حیض گذار چکی ہے، شادی بھی کرنی ہے، کیا ایک ماہ گذار کر وہ دوسری شادی کرسکتی ہے؟

الجـــواب و باللہ التـــوفیق

جس عورت کو حیض آتا ہو، اس کی عدت طلاق تین حیض ہی ہے، خواہ تین حیض آنے میں جتنا وقت لگے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون تیسرا حیض آنے کے بعد ہی دوسرے آدمی سے نکاح کرسکتی ہے۔ اس سے پہلے نہیں: وخرج بقوله ولم تحض الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت ثم امتد طهرها فتعتد بالحیض إلی أن تبلغ حدالایاس (الدر المختار: ۵/ ۱۸۵)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 02 مورخہ ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳؍جنوری ۲۰۲۰ء روز سوموار

جنگ کے دہانے پر

ایران کی سپاہ پاسداران قدس فورس کے سربراہ میجر جنرل قاسم سلیمانی کو امریکہ نے عراق میں میزائل سے حملہ کرکے آخرت کی راہ دکھادی، ان کے ساتھ سات اور لوگ بھی جاں بحق ہوئے، جن میں فوجی اعتبار سے ایک بڑا نام عراقی ملیشیا کے کمانڈر ابومہدی مہندس کا ہے، یہ حملہ عراق میں امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے حکم پر ہوا، جنرل قاسم سلیمانی اور ان کے رفقاء بغداد ایرپورٹ پر آمد والے ہال سے نکل کر ایرپورٹ روڈ پر سفر کررہے تھے، دو گائیڈڈ میزائل نے ہیلی کاپٹر کی مدد سے انہیں نشانہ بنایا، حملہ اس قدر اچانک ہوا کہ جنرل قاسم سلیمانی اور ان کے رفقاء کو دفاع کا موقع نہیں ملا، وہ سب کے سب جاں بحق ہوگیے۔ جنرل قاسم سلیمانی ایران میں مذہبی رہنما آیت اللہ خامنہ ای کے بعد سب سے مقبول شخص تھے، اور وہ اپنے معاملات میں صرف آیت اللہ خامنہ ای کو جواب دہ تھے، ان کے ذمہ غیر ممالک میں ایرانی مفادات کا تحفظ تھا اور جنرل قاسم سلیمانی اس کا حل فوجی انداز میں کیا کرتے تھے، اور وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی تھے، انہوں نے داعش، نصرۃ، القاعدہ جیسی تنظیموں سے لوہا لیا تھا اور مختلف ممالک میں ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی، عراق کے وزیر اعظم عادل عبدالمہدی، حزب اللہ لبنان کے سربراہ سید حسن نصراللہ، فلسطینی تنظیم حماس، روسی وزارت خارجہ، مقتدی صدر، عمار حکیم اور بہت سارے عالمی رہنماؤں نے اسے امریکی دہشت گردی اور مجرمانہ اقدام سے تعبیر کیا ہے، اس حملہ کے بعد پورے مشرق وسطیٰ میں تناؤ بڑھ گیا ہے، تیل کی قیمتوں میں اچھال آیا ہے، اسرائیل نے اپنے یہاں ہائی الرٹ جاری کردیا ہے اور ممکنہ خطرات کے پیش نظر ہومون پہاڑ کو زائرین کے لیے بند کردیا ہے اور ایران نے ظالموں سے انتقام لینا شروع کردیا ہے اور بعض مساجد میں سبز جھنڈے کو ہٹا کر سرخ رنگ کا جھنڈا لگادیا گیا ہے، روایتی طور پر اس تبدیلی کو اعلان جنگ کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔

جنرل قاسم سلیمانی کی مقبولیت کا ایران میں حال یہ ہے کہ ان کے جنازے میں لاکھوں بھیڑ جمع ہوگئی مجمع بے قابو ہوگیا، بھگدڑ مچی، جس میں چالیس افراد جاں بحق ہوگیے اور سلیمانی کی تجہیز وتکفین کو اس حادثے کی وجہ سے مؤخر کرنا پڑا۔ جنرل قاسم سلیمانی نے ایرانی مفاد کے تحفظ کے لیے عراق شام وغیرہ میں سنیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، ان کے تعاون کی وجہ سے شام میں بشارالاسد کی حکومت جاتے جاتے بچ گئی، اس لیے مسلم ممالک میں ان کی شبیہ بہت اچھی نہیں تھی، اس کے باوجود امریکہ کے ذریعہ کسی ملک کے فوجی سربراہ کو اس طرح ختم کردینا انتہائی قابل مذمت عمل اور اعلان جنگ ہے، فرانس، جرمنی اور خود ہندوستان بھی دونوں ملکوں کو مذاکرہ کی میز پر اپنے مسائل حل کرنے کی تلقین کررہا ہے، لیکن اس تلقین سے کچھ ہوتا جاتا نظر نہیں آتا، ایرانی حکومت اس کا انتقام لے کر ہی چھوڑے گی اور اس نے عراق میں امریکی ٹھکانوں پر حملہ شروع کردیا ہے، ڈونالڈ ٹرمپ نے بھی دھمکی دی ہے کہ اگر یہ حملے جاری رہے تو ایرانیوں کے باون فوجی ٹھکانے ہماری زد میں ہیں، ہم سب کو تباہ کردیں گے، اگر ایسا ہوتا ہے تو دنیا تیسری عالمی جنگ کا سامنا کرنے پر مجبور ہوگی، امریکہ اور روس آمنے سامنے ہوں گے، اور ایران کے ساتھ جب کئی ملک کھڑے ہوجائیں گے تو امریکہ بھی اپنے حلیفوں کو آواز دے لے گا، حالاں کہ ابھی امریکہ کے حلیفوں میں صرف اسرائیل اس مسئلہ پر اس کے ساتھ ہے، برطانیہ اور دوسرے ممالک کی رائے اس کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ برطانیہ اور امریکہ تک میں قاسم سلیمانی کی ہلاکت پر احتجاج اور مظاہرے ہورہے ہیں، عراق نے ہنگامی طور پر پارلیامنٹ کا اجلاس بلایا تھا اور امریکہ کے اس دہشت گردانہ حملے پر ملک کی رائے جاننی چاہی تھی پارلیامنٹ نے غیر ملکی افواج کو ملک سے نکال باہر کرنے کی تجویز پاس کردی، لیکن امریکہ اس پر اڑ گیا ہے کہ عراق میں فوجی اڈے کی تعمیر پر جو خرچ ہوا ہے، وہ عراق ادا کرے، تبھی ہم ملک خالی کریں گے، اس اعلان نے صورت حال کو مزید پیچیدہ کردیا ہے، دوسری طرف عراق کی کُرد اور سنی آبادی قاسم سلیمانی کی موت پر خوش ہے، امریکہ نے عراق کو تین حصوں میں عملاً بانٹ رکھا ہے، کُرد الگ کردستان کی مانگ کررہے ہیں، سنی اور شیعہ آبادی بھی باہم دست وگریباں ہے، اس طرح دیکھا جائے تو صدام حسین کے وقت کا مضبوط عراق انتہائی کمزور ہوچکا ہے، شیعوں کے اصل مرجع آیت اللہ سبستانی کا قیام بھی یہیں ہے، اس لیے شیعہ یہاں مضبوط پوزیشن کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں، ایران نے اگر امریکہ کو سبق سکھانا شروع کیا تو عراقی حکومت اس کے ساتھ ہوگی اور پورے مشرق وسطیٰ میں آگ لگ جائے گی اور ایک بار یہ آگ بھڑک گئی تو بہت کچھ خاکستر ہوجائے گا، جان ومال کے نقصان کے ساتھ ہندوستان پر بھی اس کا بڑا منفی اثر پڑے گا۔ کیوں کہ بڑی تعداد میں ہندوستانی خلیجی ممالک میں کام کررہے ہیں اور ان کے ذریعہ بھیجی جانے والی رقومات ہندوستانی معیشت کو سہارا دینے کا کام کرتی ہیں۔

جو بن کھلے مرجھا گیے

ہندوستان میڈیکل سائنس اور علاج ومعاملہ کے میدان میں دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں شمار ہوتا ہے، ہمارے یہاں علاج کے لیے بڑی تعداد میں مریض دوسرے ممالک سے آتے ہیں اور شفا پا کر جاتے ہیں، اس کے باوجود ہمارے یہاں ہر سال پانچ سال سے کم عمر بچوں میں سے دس لاکھ موت کی نیند سو جاتے ہیں اور کہنا چاہیے کہ بن کھلے ہی مرجھا جاتے ہیں، ان میں پچیس فی صد بچوں کی موت نمونیہ، ہیضہ اور ڈائریا جیسے مہلک مرض سے ہوا کرتی ہے، پورے ملک میں بچوں کے ڈاکٹروں کی تعداد صرف پچیس ہزار ہے، جب کہ دو لاکھ سے زیادہ ڈاکٹروں کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوتی رہی ہے۔

اس وقت پورے ملک میں کوٹہ راجستھان کے جے کےلون اسپتال کا حادثہ زیر بحث ہے، جہاں ایک ماہ سے کم میں ایک سو دس بچوں کو اسپتال میں اپنی جان گنوانی پڑی ہے، ۲۰۱۹ء کے پورے سال میں بچوں کی ہلاکت کے اعداد وشمار نوسوترسٹھ (۹۶۳) کو پہونچ گیے ہیں، مدھیہ پردیش کے اندور اسپتال میں پانچ ماہ کے اندر اٹھہتر بچوں کی موت ہوئی، راجستھان کے بانسوارہ میں صرف اکاون دن میں اکاسی بچے موت کی نیند سو گیے، بہار کے صرف ایک ضلع مظفرپور میں گرمی کے مہینے میں ایک سو گیارہ بچوں نے موت کی ہچکی لی، ان اموات کی وجہ امراض سے بچانے کے لئے بچوں کو دیے جانے والے ٹیکے میں کمی ہے، فی الحال بارہ قسم کے امراض سے بچاؤ کے لیے بچوں کو ٹیکہ لگایا جاتا ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ ٹیکہ اسی سے چوراسی فی صد بچوں کو ہی لگ پاتا ہے، وجہ ڈاکٹروں کی کمی ہے۔

۳۱؍دسمبر ۲۰۱۸ء تک کے اعداد وشمار کے مطابق پورے ملک میں ابتدائی صحت کے مراکز (P.H.C) پندرہ سو کی تعداد میں ایسے ہیں، جس میں ایک بھی ڈاکٹر موجود نہیں ہے، جبکہ پندرہ ہزار سے زائد صحت کے مراکز وہ ہیں جن میں بڑی آبادی کے درمیان صرف ایک ڈاکٹر کام کررہا ہے، ظاہر ہے اس صورت حال میں بچوں کی صحت پر خصوصی توجہ نہیں دی جاپاتی ہے اور وہ مختلف امراض کی وجہ سے موت کی نیند سو رہے ہیں، بچے ہمارے مستقبل ہیں، ان کی صحت وعافیت پر ہی آئندہ کے ملک کا انحصار ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ بچوں کو بن کھلے مرجھانے نہ دیا جائے ان کے لیے مناسب نظم کیا جائے اور ان کی صحت کے لیے ملکی سطح پر فکر مند ہوا جانا چاہئے۔

ان حادثات نے بہار کے محکمہ صحت کو تھوڑی فکر مندی بخشی ہے، محکمہ نے اعلان کیا ہے کہ جلد ہی ترسٹھ سو (۶۳۰۰) ڈاکٹروں کی بحالی کی جائے گی، جن میں تیئس سو (۲۳۰۰) مختلف امراض کے ماہرین ہوں گے، ان کے علاوہ نو ہزار ایک سو تیس (۹۱۳۰) پارامیڈیکل کے لوگوں کی بحالی عمل میں آئے گی، حکومت کی ''جلدی'' کا علم سب کو ہے، اللہ کرے یہ بحالیاں واقعتاً جلدی ہوجائیں، ورنہ انتخابی ضابطہ اخلاق کی پابندیاں لگنے کے بعد یہ اعلان صرف اعلان ہی رہ جائے گا اور انتظار کی مدت طویل سے طویل ہوجائیگی۔

جرمِ حق بیانی

میڈیا اور ذرائع ابلاغ جمہوریت کا چوتھا ستون اور اظہار رائے کا بڑا ذریعہ ہے، مغرب آزادی رائے کی بات کرتا رہتا ہے اور اس نام پر عظیم مذہبی شخصیتوں پر اس کی ہذیان وبکواس لوگوں کو مضطرب کرتی رہتی ہے، لیکن جہاں ان کا اپنا معاملہ ہوتا ہے اور صحافی حقیقت کو بے نقاب کرنے پر آجاتا ہے تو یہ ان کے لیے ناقابل قبول ہوتا ہے، یہ معاملہ صرف مغرب کا ہی نہیں بلکہ اب مشرق میں بھی دیکھنے میں آرہا ہے، حقیقت بیانی آج حکمراں طبقوں میں جرم سمجھا جاتا ہے، اس کو روکنے کے لیے پہلے مرحلہ میں صحافیوں کو خریدنے کی کوشش کی جاتی ہے، حکومت کے پاس قوت خرید ہوتی ہے اور وہ ذرائع ابلاغ کو خرید لیتی ہے، پھر میڈیا جمہوریت کا ستون نہیں، سرکار کا ''بھونپو'' بن جاتا ہے، وہ اسی طرح بجتا رہتا ہے، جیسے حکومت چاہتی ہے، ہمارے ہندوستان کی گودی میڈیا کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں، جن کو ان کے دام مل گیے ہیں اور وہ حکومت کی آواز میں آواز ملا کر حق بات کو دبانے میں مصروف ہوگئی ہیں۔

اب اگر آپ زیادہ حساس ہیں، زبان کو کسی کا اسیر نہیں ہونے دیتے اور قلم کی غلامی کرنے کو تیار نہیں ہیں، مال ودولت، سیم وزر، جاہ ومنصب سے آپ کو خریدا نہیں جاسکا تو پھر ان کے لیے آپ کی زبان تراش لینا، قلم توڑ دینا اور دنیا سے آخرت کا سفر کرادینا معمولی سی بات ہے، اس زاویہ سے دیکھیں تو صحافت بہت خطرناک پیشہ ہے اور کبھی آپ کی جان کے لالے پڑ سکتے ہیں۔

رپورٹرس ود آوٹ بارڈرز (Reporters with out borders) کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۹ء میں ۴۹؍صحافیوں کو اپنی حقیقت بیانی کی قیمت جان دے کر چکانی پڑی، ان میں سے بیش تر یمن، شام اور افغانستان میں خانہ جنگی کی تفصیلات جمع کرنے کے دوران مارے گیے، جس میں میکسیکو میں دس اور لاطینی امریکہ میں مرنے والے چودہ صحافی بھی شامل ہیں۔ قتل ہونے والے صحافیوں کے علاوہ گرفتار ہونے والے صحافیوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے، رپورٹرز ود آوٹ باڈرز کے سربراہ کرسٹوف ڈیلوٹر کے مطابق ۲۰۱۹ء میں ۳۸۹ صحافیوں کو قید وبند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں، جو گذشتہ سال کے مقابلے بارہ فی صد زائد ہے، گرفتار شدہ صحافیوں کی نصف تعداد چین، مصر اور سعودی عرب میں قید ہے، یوکرین میں ستاون (۵۷) صحافیوں کو حراست میں لیا گیا، یہ تعداد ترکی میں گرفتار کیے گیے تہتر صحافیوں کے علاوہ ہے، صحافیوں کو قیدی بنانے کے اعتبار سے تُرکی سرفہرست ہے، دوسرے نمبر پر چین ہے، جہاں ۲۰۱۷ء میں اکتالیس صحافی بندی بنائے گئے ہیں، صحافیوں کو قید کرنے میں مصر کا نمبر تیسرا ہے۔

صحافیوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی ایک دوسری تنظیم انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹ (I.F.J) نے اپنی انتیسویں رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ ۲۰۱۷ء میں ۸۲اور ۲۰۱۸ء میں ۸۴ صحافی، بشمول کیمرہ مین، ٹیکنیشین اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنی جان دیدی، دس افراد اس کے علاوہ قتل ہوئے جو صحافیوں کو لانے لے جانے کا کام کرتے تھے یا حفاظت پر مامور تھے، مرنے والوں میں چھ خواتین بھی شامل تھیں، رپورٹ میں درج اعداد وشمار کو مانیں تو معلوم ہوگا کہ ۱۹۹۰ء سے اب تک سچ سامنے لانے کی پاداش میں دو ہزار پانچ سو سے زائد صحافیوں کو اپنی جان گنوانی پڑی، ۲۰۰۶ء میں ایک سو پچپن اور ۲۰۰۷ء میں ایک سو پینتیس صحافی قتل کیے گیے۔

قتل اور قید وبند کے علاوہ صحافیوں کا لاپتہ ہونا بھی سنگین مسئلہ ہے، ۱۹۹۲ء سے ۲۰۱۸ء تک انٹھاون صحافی لاپتہ ہوئے، جن کے احوال کی کوئی خبر نہ میڈیا کو مل سکی اور نہ ہی ان کے اہل خاندان کو۔ یہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ صحافیوں کا پیشہ وارانہ کام سرکس کی رسیوں پر چلنے کی طرح ہے، آپ اسے پل صراط سے گذرنے سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، جہاں ہر پل یہ خطرہ رہتا ہے، کہ کب اوندھے منہ کھائی میں جا پڑے، اور جرم صرف یہ ہے کہ وہ جھوٹ کو بے نقاب اور سچائی کو طشت از بام کرنا چاہتے ہیں، جو صحافی ایسا نہیں کرتے اور بک جاتے ہیں وہ تو برملا اعلان کرتے ہیں کہ ع یہ زباں کسی کی اسیر ہے یہ قلم کسی کا غلام ہے۔

یادوں کے چراغ

مولانا محمد اسحاق نیپالیؒ

✍ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امیر شریعت اول حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ کے مرید خاص، حضرت مولانا عبدالعزیز بسنتیؒ کے تربیت یافتہ، حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ کنہواں کے رفیق درس، جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی کے سابق ناظم واستاذ حضرت مولانا محمد اسحاقؒ کا انتقال ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں ان کے آبائی گاؤں موضع سمشی ضلع مہوتری ملک نیپال میں ہوا، اس وقت حضرت مولانا عبدالعزیز بسنتیؒ حیات سے تھے، مزار مبارک بستی کے پورب اتر خاص باغ میں واقع ہے، اتفاق سے انتقال کے وقت حضرت بسنتی وہاں موجود نہیں تھے، اطلاع ہوئی تو فاتحہ کے لئے تشریف لے گیے اور بڑی حسرت سے فرمایا کہ اگر صاحب مزار نے پوچھ دیا کہ

پتھر پڑے صنم ترے ایسے دلار پر
مرنے کے بعد آئے ہو ملنے مزار پر

تو میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔

آپ کے والد کا نام شیخ فضل عرف سجل گماشتہ تھا، گماشتہ اس زمانہ میں زمینداروں کی طرف سے ایک عہدہ ہوتا تھا، اس کے ذمہ زمینوں کی دیکھ ریکھ اور مال گذاری کی وصولی کا کام ہوتا تھا، بعض علاقوں میں گماشتہ کو جیٹھ رعیت بھی کہتے تھے، اس خدمت کے عوض کبھی تو اسے مالگذاری اپنی زمینوں کی نہیں دینی ہوتی تھی اور کبھی زمیندار الگ سے شہریہ یا روزینہ مقرر کر دیتا تھا، مولانا کے والد گماشتہ تھے؛ لیکن رعیت اور کسانوں پر ظلم وستم کا مزاج نہیں تھا، وہ ایک مہمان نواز، علم پرور اور پابند شریعت انسان تھے، ان کی خدمت کا دائرہ سمشی اور اس سے متصل آبادیاں تھیں، جو نیپال میں واقع تھیں، مولانا اسحاق صاحب کی پیدائش سمشی میں چودہویں صدی کی تیسری دہائی میں ہوئی، صحیح تاریخ پیدائش کا علم نہیں ہوسکا، والد خدا ترس اور لوگوں کے دکھ درد میں کام آنے والے تھے، گھر کا ماحول دیندارانہ تھا، مولانا نے اس ماحول میں تعلیم وتربیت پائی، مکتبی تعلیم کے بعد جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں میں داخل ہوئے اور شرح وقایہ تک کی تعلیم یہاں حاصل کی، اس کے بعد مدرسہ حنفیہ آرہ تشریف لے گیے، اور دو سال وہاں رہ کر علوم متداولہ کی تکمیل کی، فراغت پائی اور گھر لوٹ آئے، مدرسہ اشرف العلوم کنہواں کو اس زمانہ میں مالی بحران کا سامنا تھا، چنانچہ والد صاحب کے مشورہ سے فی سبیل اللہ مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا، اور ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۵۷ھ تک تدریسی فرائض انجام دیے، اور ۱۳۶۳ھ سے ۱۳۶۸ھ تک مدرسہ کے ناظم کی حیثیت سے خدمت کیا، ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس سے جسم کے دوسرے اعضاء کے ساتھ زبان بھی متاثر ہوا، اور بالآخر یہی مرض الموت ثابت ہوا۔

علاقہ میں آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا تھا، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ اور شریعت کی پابندی میں ہم عصروں میں ممتاز اور مشہور تھے، شہرت سے دور گمنامی کی زندگی کو پسند کرتے تھے، ابتداء آپ نے امیر شریعت اول حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین قادریؒ سے بیعت کیا، تعلیم وتربیت اور مدارج سلوک میں بہتوں سے آگے نکل گیے، اس زمانہ میں آمد ورفت کی سہولت نہیں تھی اور ان کا خیال تھا کہ مرشد سے فیض کے حصول کے لیے صحبت ومعیت ضروری ہے، یہ مرحلہ پریشان کن تھا، بار بار آنا جانا عملاً ممکن نہیں تھا، چنانچہ آپ حضرت امیر شریعت اول کی اجازت سے ۱؍شوال المکرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا عبدالعزیز بسنتیؒ کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ، چشتیہ، صابریہ میں بیعت ہوئے، سلوک کے مراحل پہلے ہی طے ہو چکے تھے اس لیے جلد ہی اجازت وخلافت مل گئی، خود پیر ومرشدان کو ''صاحب نسبت بزرگ'' کہا کرتے تھے، ان کی کرامت کے تذکرے زبان زد خاص وعام ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اور دوسرے یہ کہ وہ پیٹھ پیچھے سے آنے جانے والوں کو ویسا ہی دیکھتے تھے، جیسا کہ سر کے آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے، مولانا محفوظ الرحمٰن صابری مظاہریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بار ایک مینا کی آواز سن کر انہوں نے گاؤں میں پندرہ دن بعد ہیضہ آنے کی پیش گوئی کی جو حرف بحرف پوری ہوئی، اسی طرح مزدور اگر کوئی چیز ان کے کھیت کھلیان سے چھپا کر لے جاتے تو اسے ٹوکتے اور فرماتے کہ بھائی آنکھ کی بینائی کمزور ہے، آگے سے نظر نہیں آتا تو کیا ہوا، پیچھے سے تو نظر آ ہی جاتا ہے۔

شادی یکے بعد دیگر دو کیں، پہلی شادی یک ڈنڈی پر یہار موجودہ ضلع سیتامڑھی کے شیخ دوست محمد کی صاحب زادی سے ہوئی تھی، جن سے دو صاحب زادہ مولوی محمد مظہر عالم، مولوی محمد مسعود عالم مرحوم اور چار صاحب زادیاں تولد ہوئیں، ان کے انتقال کے بعد دوسری شادی شیخ دوست محمد کی دوسری صاحب زادی سے کیا، اس زوجہ کے بطن سے صرف ایک لڑکی تولد ہوئی، جس کا نام رابعہ خاتون اور جو حافظ محبوب عالم کے نکاح میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تعلیم وتربیت کے حوالہ سے مولانا سے بڑا کام لیا، مدرسہ اشرف العلوم کے کئی ابناء قدیم کا شمار ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے، چونکہ آپ کا انتقال پیر ومرشد اور مربی مولانا عبدالعزیز بسنتی کی حیات میں ہوگیا، اس لیے ان کا فیض بہت عام نہیں ہوا، ان سے کوئی بیعت ہونا چاہتا تو اپنے پیر کی خدمت میں بھیج دیتے، اس کے باوجود بہت سارے لوگ مولانا مرحوم کی تربیت سے راہ راست پر آئے اور شریعت کے مطابق زندگی گذارنے لگے، اس پورے علاقہ میں اب بھی جو صلاحیت وصالحیت پائی جاتی ہے، وہ اصلا انہیں بزرگوں کا فیض ہے، جامعہ عربیہ اشرف العلوم کنہواں نے صرف علوم دینیہ کے ماہر ہی پیدا نہیں کیے، بلکہ وہاں کے ذمہ داران، عہدیداران اور اساتذہ نے پورے علاقہ کو ہمہ جہت سیراب کیا، اور جادہ جادہ ایسے تابندہ نقوش چھوڑے جو آج بھی کھلی آنکھوں دیکھے جاسکتے ہیں، مولانا محمد اسحاقؒ کا شمار بھی انہیں لوگوں میں تھا، جن کی صحبت کیمیا اثر تھی، ان کی نگاہ سے میں خام کندن نہیں ہیرا اور سونا ہو جاتا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

کربِ آگہی

✍ : ایڈیٹر کے قلم سے

حسن نواب حسن اردو کے قادر الکلام شاعر تھے، فی البدیہ کہتے تھے، اچھا کہتے تھے، کرب آگہی ان کی حمد، نعت، منقبت، قصائد، تہنیتی وتعزیتی نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے، یہ ان کی ساری شعری کائنات نہیں ہے، یہ بس ایک جزہے، اسے وہ اپنی زندگی میں مطبوعہ شکل میں دیکھنا چاہتے تھے، لیکن ۷؍دسمبر ۲۰۱۹ء کو وہ ہم سے جدا ہو گیے اور اس کتاب کو طبع شدہ دیکھنے کی للک اپنے ساتھ لے گیے، بعد میں ان کے صاحب زادہ نے جلد بازی میں اسے چھپوادیا، اس جلد بازی میں پروف کی غلطیاں رہ گئیں، جسے شروع میں ہی نظر انداز کرنے کی گذارش کی گئی ہے، نثری کتابوں میں ایسی غلطیاں نظر انداز کر دی جاتی ہیں، لیکن شعری مجموعہ میں پروف کی غلطیاں اشعار کو بے وزن اور کہیں کہیں قافیہ وغیرہ کو بھی متاثر کرتی ہیں، اس لیے یہ نظر اندازی خطرناک ہو جاتی ہے۔ ترتیب صحیح نہیں ہو پائی اور چیزیں بیاض کی طرح منتشر انداز میں طباعت کے مرحلہ سے گذر گئیں، تھوڑی تاخیر سے کتاب چھپتی اور سلیقے سے چیزیں مرتب ہوتیں تو ان کی روح کو زیادہ خوشی ہوتی، بہر کیف اب یہ کتاب قارئین کے مطالعہ کے لیے مارکیٹ میں دستیاب ہے اور حسن نواب حسن کے مداحوں کے لیے بہترین تحفہ اور اردو شعر وادب کے مجموعہ میں گراں قدر اضافہ ہے۔

مجموعہ کا نام ''کربِ آگہی'' حقیقت کا عکاس ہے، جو جتنا باخبر ہوتا ہے، احوال وکوائف سے واقف ہوتا ہے، اسے اتنا ہی کرب جھیلنا پڑتا ہے، یہ آگاہی اور باخبری انسان کو اللہ سے ڈرنے والا بنا دیتا ہے، **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے، اس آیت میں علماء سے مراد اصطلاحی عالم نہیں، حقیقی شعور وآگہی مراد ہے۔ گھر میں موت ہونے کے باوجود بچے اپنے کھیل میں اسی لیے مگن رہتے ہیں کہ انہیں اس کا ادراک نہیں ہوتا کہ حادثہ کس قدر سخت ہے، لیکن جو جانتے ہیں وہ غم واندوہ کے سمندر میں ڈوبے ہوتے ہیں، حسن نواب حسن کے شعور وآگہی نے انہیں کرب میں مبتلا رکھا، اور اس کرب نے اس مجموعہ کا نام ''کربِ آگہی'' رکھوادیا۔

''کرب آگہی'' کا سرورق دیدہ زیب ہے، آرٹسٹ نے جو منظر دیا ہے، وہ خوب ہے، چٹیل میدان میں پہاڑوں کے سامنے ایک سوکھا تناور درخت، جس کی شاخوں پر پانچ پھول، ویرانے میں امید کی کرن کے طور پر کھلے ہوئے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ شاعر کرب کے باوجود قنوطیت کا شکار نہیں ہوا، وہ رجائیت پسند ہے، اور اللہ کی رحمتوں سے ناامید نہیں ہے، جو زندہ کو مردہ کر دیتا ہے اور مردے سے زندہ کو نکال دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کتاب کا انتساب گرامی قدر فخر خاندان، شفیق بزرگوں اور اعزا مرحومین کے نام ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاندان سے کس قدر جڑے ہوئے تھے، شروع میں پیش لفظ حسن نواب صاحب کے صاحب زادہ جناب محمد علی ارمان ''اور ایسے تھے بھائی جان'' ان کے سب سے چھوٹے بھائی جناب سید علی عیسیٰ عرف علن کا ہے، جس میں انہوں نے حسن نواب حسن صاحب کی گھریلو زندگی اور اعزواقربا کے ساتھ ان کے حسن سلوک پر روشنی ڈالی ہے، مجلسوں کے انعقاد میں ان کے اہم کردار کا ذکر کیا ہے، بھائی کو لوگ بھائی جان کیوں کہتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ ''بعض لوگ فقط اس لیے بڑا سمجھتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے پیدا ہوئے... میں نے بھائی جان کو بڑا سمجھتے ہوئے فقط نہیں دیکھا، بلکہ میں نے ان کو ہمیشہ خود کو بڑا ثابت کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے لکھا ہے کہ یہ شرافت نفسی، یہ اعلیٰ ظرفی، یہ وسیع القلبی، یہ منکسر المزاجی تھی، جس نے بھائی کو بھائیوں کی جان بنایا تھا اور وہ ہم سب کے ''بھائی جان'' تھے، اس کے بعد ان کے داماد سید ارتضیٰ علی کا پیغام ہے، شکرانہ اور ذوق تجسس والے صفحات میں اشعار بھی ہیں اور پردادا، والدین وغیرہ کی تصویر بھی، گلہائے عقیدت کے عنوان سے نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسدس کی شکل میں ہے اور خوب ہے، کئی بند اس میں نعت کے ساتھ منقبت حضرت حسینؓ کے بھی جوڑے ہیں، پھر گریز کرتے ہوئے نعت کی طرف لوٹے اور مقام ومرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ

گذشتہ انبیاء کی کشتیوں کا ناخدا تھا وہ　　خدا تو تھا نہیں، لیکن خدا جانے کے کیا تھا وہ

بہت زبردست ہے، میرے نزدیک اس شعر کا دوسرا مصرعہ ''بعد از خدا بزرگ توئی ایں قصہ مختصر'' سے بڑھا ہوا ہے، کیوں کہ وہاں مقام کی تعیین کردی گئی ہے، اور حسن نواب نے مقام ومرتبہ کی تعین کے بجائے خدا کی طرف اسے محول کر دیا ہے، جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا'' **ورفعنا لک ذکرک**'' نعت کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

وہ اپنے ساتھ اک اخلاق کا ہتھیار لایا تھا　　وہ لوہے کی نہیں انصاف کی تلوار لایا تھا

سلام اور تہنیت نامہ کے بعد ایک طویل نثری تحریر ''احوال واقعی'' کے عنوان سے حسن نواب حسن صاحب کی ہے، جس میں انہوں نے اپنی نانی ہالی اور دادی ہالی خاندان اور اپنی زندگی کے نشیب وفراز کا تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد ''ایک اور نثری تحریر ان سے ملیے'' کے عنوان سے ہے، لیکن مضمون نگار کا نام وپتہ نامعلوم ہے، ''پانی اور آنسو'' سے اصلاً شعری سلسلہ شروع ہوتا ہے، مگر پھر درمیان میں پانی اور آنسو ایک تجزیاتی مطالعہ راقم الحروف (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) کی تحریر شامل کر لی گئی ہے، قصیدہ، قطعات، مرحومین کو خراج عقیدت، زندوں کے لیے استقبالیہ، تہنیت نامہ اور بیٹی کے مرثیہ کے بعد نظموں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، ایک نظم میری مرتب کردہ ایک کتاب ''دیوان اوج'' پر بھی ہے، اس کے علاوہ انسان کا خون، خطبات ولی، نذر مرزا غالب، شاد عظیم آبادی کے حضور میں، بہار نامہ اور شہر عظیم آباد کے عنوان سے دوسری نظمیں ہیں، غزلیں تین کو چھوڑ کر سب کی سب بزم انقلاب کے لیے لکھی گئی ہیں، جس کا ذکر کتاب میں موجود ہے، مشاہیر کی آراء کے تحت سہیل گیا کے حسن نواب حسن نمبر سے اقتباسات نقل کیے گیے ہیں، (بقیہ صفحہ ۱۰؍ پر)

ملک کا مستقبل لہولہان ۔ فکرمندی کی ضرورت

مولانا احمد حسین قاسمی ،معاون ناظم امارت شرعیہ،پھلواری شریف ،پٹنہ

یہ زمین اپنی ابتداء ہی سے حق و باطل کی رزم گاہ رہی ہے ۔اگرکوئی فلسفی دنیا کی حقیقت کے بارے میں سوال کرے تو من جملہ اس کے جوابوں میں ایک صحیح ترین جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ”دنیا حق و باطل کے درمیان کشمکش کا ایک خوبصورت میدان ہے“ ۔آدم علیہ السلام اورابلیس کے اولین معرکۂ حق و باطل سے لے کر قیامت تک مختلف عنوانوں سے بنی نوع انساں کے تمام شعبۂ حیات میں خیر وشر کی یہ سرد جنگ شعوری یا غیر شعوری طور پرضرور جاری رہے گی ۔انسان یا تو حق پر ہوتا ہے یا باطل پر ہوتا ہے،جس کا تعلق اس کے احساسات و مدرکات اوراس کے شعور ولاشعور سے ہے۔جس طرح انسان کی کچھ فطرتیں ہیں،اسی طرح اس کے خالق کی کچھ سنتیں بھی ہیں،انسان اپنے اختیارات میں بہت محدود ہے مگراس کا مالک اپنے اختیارات میں لامحدود ہے۔انسان اپنے وجود کے خارجی احوال سے بہت حدتک ناواقف ہے یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر خارجی فیصلوں میں وہ نقصان اٹھاتا ہے۔اس کی زیادہ تر معلومات ظنی اور غیر یقینی ہیں۔اس کی تمام تر کوششوں کا ماحصل فقط اس کے تجربات ہیں۔بسا اوقات انسان اپنے محدود دائرۂ اختیار کوغلط طریقے سے بڑھاتا ہے تو قدرت اسے متنبہ کرتی ہے اوریہ تعلیم دیتی ہے کہ تمہارا یہ فیصلہ غلط ہے،اس سے تم باز آؤ!اور جب وہ باز نہیں آتا تو پھراس کے آگے قدرت کا متعینہ نظام کام کرتا ہے،یہی وجہ ہے کہ وقت کے ہزاروں فرعون وشداد اپنی طاغوتی ذہنیت اوراپنی سرکش طاقت وحکومت کے زعم میں ہلاک و برباد ہوئے ہیں۔

اقتدار کے نشہ میں چور مرکزی حکومت آر ایس ایس (RSS) سے ملنے والی فکری رہنمائی کے نتیجہ میں سی اے اے (CAA) جیسا متنازع اور ناقابل عمل قانون بنا کرایسی ہی ایک بڑی غلطی کررہی ہے،جس کا اسے احساس نہیں ہے،اس ملک کے لیے طلبا کا سی اے اے (CAA) کے خلاف اولین اقدام کے طور پر پرچم احتجاج بلند کرنا ایک مثبت اور خوش آئند عمل ہے،وہ اس ملک کے مستقبل اورکل کے قائد ہیں،پورے ملک کا بوجھ ان کے کندھوں پر آنے والا ہے،وہ حال کے آئینہ میں مستقبل کے تمام حالات کو بخوبی دیکھ رہے ہیں،یہی وجہ ہے کہ اس سیاہ اور کالے قانون کی ناپاک دھمک کوسب سے زیادہ انہوں نے ہی محسوس کیا۔کئی ہفتے ہوگئے،مگران کے طرز احتجاج میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ دن بدن مزید اس میں استحکام ہی پیدا ہورہا ہے۔جس پامردی اور عزیمت وحوصلے کے ساتھ ان غیور و جرأت مند طلبہ وطالبات نے حکومت اوراس کی ظالم انتظامیہ کی بربریت کا ڈٹ کر مردانہ وار مقابلہ کیا ہے وہ آنے والے دنوں میں آزاد بھارت کا تاریخ ساز کارنامہ شمار کیا جائے گا۔جس احتجاج کا آغاز جامعہ ملیہ اور جے این یو سے ہوا تھا،اس نے صرف ملک کی یونیورسیٹیوں کو ہی متاثر نہیں کیا بلکہ وہ آواز بیرون ملک کی عظیم یونیورسیٹیوں آکسفورڈ اور کیمبرج میں بھی گونج رہی ہے،یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا کے لوگ ان کی شان میں عظمت کے قصیدے پڑھ رہے ہیں،اوران کے حوصلوں کوسلام پیش کررہے ہیں۔

CAA اور NRC کے خلاف اٹھنے والی تحریک کی ابتداء ملک کے انہی طلبہ وطالبات سے ہوئی ہے،ہم ان کے اس جرأت مندانہ قدم کوملک کے دستور کی حفاظت کے حوالے سے ”صوراسرافیل“ سمجھتے ہیں۔سیاسی پارٹیاں اور اس ملک کے سیکولر عوام بھی دراصل طلبہ پر پولس انتظامیہ کی جانب سے ہونے والے مظالم کو دیکھنے کے بعد ہی میدان میں آئے ؛چناں چہ بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ طلبہ نے اپنی قربانیوں اور شجاعت و بہادری سے عوام کو بیدار کرنے کا ایک عظیم فریضہ انجام دیا ہے،جو”نعرے“ وہ اپنے کیمپس اور جامعات کے سامنے لگا رہے تھے،اب وہ امریکہ،کناڈا اور یوکے کی سڑکوں پر سننے کومل رہے ہیں،آپ نے سیاسی پارٹیوں کے دھرنے اورمظاہرے خوب دیکھے ہوں گے،مگران کا مقابلہ طلبہ کے ان مظاہروں سے کسی طرح نہیں کیا جاسکتا،کیونکہ کہ طلبہ کے سینوں میں فقط ذوق جنوں،سرشاری کیفیت اور زندہ جذبات ہی نہیں بلکہ ان کے دل ملک کے تئیں بے لوث محبت ،وارفتگی ،جاں نثاری ،فدائیت اور بے پناہ خلوص سے معمور ہیں،جن کا اظہار وہ اس ماہ دسمبر اور جنوری کی ریکارڈ توڑ ٹھنڈک میں بھی کرتے نظر آرہے ہیں،برسر اقتدار جماعت کے لیے اس میں ایک بڑا سوال بھی ہے اورنصیحت آموز سبق بھی۔

طلبہ اس قدر احتجاج کیوں کررہے ہیں؟ وہ تھکتے کیوں نہیں؟ وہ ڈرتے کیوں نہیں؟ وہ رکتے کیوں نہیں؟ انہیں کیا ہوگیا ہے؟ وہ ان نعروں سے باز کیوں نہیں آتے؟ ہم نے تو ان کے قدموں میں ہزار زنجیریں ڈالنے کی کوششیں کیں،انہیں روکنے کے لیے ہر ممکن اپنی طاقتوں کا بھرپور استعمال کیا،مگر وہ پابہ جولاں دار ورسن کی طرف بڑھے جارہے ہیں،وجہ یہ ہے کہ جہاں یہ طلبہ پڑھتے ہیں وہ ہندوستان کا ایک خوبصورت نمونہ ہے اگرکسی کو ہندوستان کی اصلی تصویر دیکھنی ہوتو وہ ان یونیورسیٹیوں کے کیمپس میں چلا جائے ،وہاں گنگا جمنی تہذیب ،صاف ستھری اور سچی انسانیت ،درمندی ، بھائی چارگی اور کینہ ونفرتوں سے دور باہمی اخوت ومحبت پر مشتمل بھارت کا جمہوری دستور انسانی شکلوں میں چلتا پھرتا نظر آئے گا،اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں نوع بنوع ذات ،برادری ،اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے صاف وشفاف ذہن کے طلبہ ایک کالج ،ایک کلاس روم میں ،ایک ساتھ ایک پروفیسر سے پڑھتے ہیں،اورایک ساتھ جینے کا سلیقہ سیکھتے ہیں،وہاں کتنی خوبصورت جمہوریت ہوگی،ابوالکلام اور گاندھی جی کے دیش کی کیسی دل فریب تصویر ہوگی،اورملی جلی تہذیب کا کتنا حسین سنگم ہوگا،اس کا اندازہ طلبہ ہی کرسکتے ہیں ،ہمارے طلبہ دراصل اپنے ملک کی اسی خوبصورتی کو بچانے کے لیے مستقل یہ قربانیاں دے رہے ہیں۔مگرافسوس کہ نفرت کے سوداگروں اور مذہبی شدت پسندوں کوملک کی تعلیم گاہوں کی یہ جمہوری تہذیب بھی راس نہیں آئی اور یہ ان کی آنکھوں میں کانٹا بن کر چبھنے لگا۔

یہی وجہ ہے ABVP کے ذریعہ ملک کی فاسسٹ ،نازی اور فرقہ پرست طاقتوں نے یونیورسیٹی کی پاکیزہ فضا کو مسموم اورزہرآلود کردیا ہے۔طلبہ اس حقیقت کوسمجھ رہے ہیں،اس لئے ملک کی اکثر یونیورسیٹیز میں طلبہ یونین کے انتخاب میں اے بی وی پی کو کامیابی نہیں ملی،یہ اس ملک کونفرت کی آگ میں جھونکنے والوں کے لیے درس عبرت ہے۔مذہب کی بنیاد پرسیاست کرنے والوں نے ہرمحاذ پراپنی ذہنیت کے خاص لوگوں کو رکھنا چاہا ہے اس کے پیش نظرانہوں نے شروع سے ہی اپنا کیڈر تیار کرنے کے لیے کالج اور یونیورسیٹیوں کا بھی سہارا لیا،اوراکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد(ABVP) کے نام سے طلبہ کی ملکی سطح پرایک جماعت تشکیل دی جومرکزی حکومت کے زیرسایہ تعلیم گاہوں اور جامعات میں غنڈہ گردی اور دہشت گردی کا کام کررہی ہے،گذشتہ اتوار ۵؍جنوری ۲۰۲۰ء جے این یو کے طلبہ پر دہشت گردانہ حملہ اس کا واضح ثبوت ہے۔”ہندو رکشا دل“ نے اس کی ذمہ داری لے کر بہت کچھ چھپایا ہے تو بہت کچھ ظاہر بھی کیا ہے،اس سے پہلے بھی روہت ویمولا اور نجیب کے دردناک واقعے نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کررکھ دیا تھا۔ملک کی عدالت سے درخواست ہے کہ ان وارادات کے مدنظر ان تنظیموں پر پابندی عائد کی جائے۔طلبہ ملک کی شان اورآبرو ہیں اور بھارت کے مستقبل بھی،ان کی آواز کو پولس کی سفاکانہ اوروحشیانہ رویوں کے ذریعہ دبانا اوران کو ABVP کے دہشت گرد غنڈوں کے حملوں سے لہولہان کرانا بزدلانہ عمل ہے۔عدالت کواس پرسخت نوٹس لینی چاہئے اورقانون کواپنے ہاتھوں میں لینے والے ملک دشمن عناصر کوعبرت ناک سزا دینی چاہئے۔

بھارت دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے ہمیں اس کی عظمت کو پامال کرنے والوں کی سازشوں کو ناکام بنانا ہوگا، یہ ایک عظیم لڑائی ہے، جو پرامن طریقے پر آئین اور جمہوریت کی روشنی میں لڑی جارہی ہے۔ ملک کے حکمرانوں کے غلط فیصلوں کے خلاف احتجاج کرنا ہمارا قانونی اوردستوری حق ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ ملک کے ارباب اقتداران کے مطالبات کو پورا کریں،غلط فیصلوں سے رجوع کریں،اوراحتجاج سے ملک کی روزمرہ زندگی کومتاثر ہونے سے قبل اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لائیں،اورعوام کو مذہبی بنیادوں پر دوخانوں میں تقسیم کرکے ملک کی یک جہتی اورسالمیت کے لیے خطرہ نہ پیدا کریں۔واضح رہے کہ حکمراں جماعت ملک کے آئین کی قسم کھا کر عوامی خدمت کے فریضہ کی ادائیگی کا اقرار کرتی ہے،لہذا حکومت کو ہرلمحہ اپنے اس قول وقرار کا پابند رہنا چاہئے اور اپنے اس حلف کوذہنوں میں مستحضر رکھنا چاہئے۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے میں کیوں احتجاج کررہی ہوں

ایرینا اکبر (انڈین اکسپریس ۳/ جنوری ۲۰۲۰)ترجمہ: محمد عادل فریدی

۱۹؍دسمبر کو جب میں سٹیزن شپ امینڈمنٹ ایکٹ (سی اے اے) کے خلاف لکھنؤ کے پریورتن چوک پراحتجاجی مظاہرہ میں شریک تھی ،بظاہر تو یہ احتجاج سی اے اے کے خلاف تھا،مگرایک مسلمان کی حیثیت سے میرا یہ احتجاج صرف سی اے اے کے خلاف نہیں تھا۔ بلکہ مجھ میں اور میرے جیسے ہزاروں مسلمانوں کے دل میں جواس دن میرے ساتھ پریورتن چوک پرجمع تھے اس احتجاج سے کہیں زیادہ جذباتی اور پرجوش احتجاج پوشیدہ تھا حالانکہ وہ زبان پرنہیں تھا،وہ احتجاج تھا نریندر مودی حکومت کے چھ سالہ مسلم مخالف ایجنڈے کے خلاف، وہ احتجاج تھا محمد اخلاق، پہلوخان،تبریز انصاری،جنید خان اوراس جیسے درجنوں بے قصور لوگوں کی ماب لنچنگ کے خلاف جن کے نام بھی اب یاد نہیں ہیں، یہ احتجاج تھا تین طلاق مخالف بل کے پاس ہونے کے خلاف ، یہ احتجاج تھا بابری مسجد رام جنم بھومی ٹائٹل سوٹ پر سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف، یہ احتجاج تھا سی اے اے اوراین آرسی کے خلاف، یہ احتجاج تھا حکومت کے ذریعہ دیے جارہے ان پے بہ پے جھٹکوں کے خلاف جس نے ہم سب کوسڑکوں پرلا کر کھڑا کردیا ہے۔ یہ احتجاج تھا جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طلبہ وطالبات کے خلاف دہلی پولیس کیبے رحمانہ اور ظالمانہ کارروائی کے خلاف،اس احتجاج کے اندر وہ ساری ناراضگی اور غصہ شامل تھا جو ۲۰۱۴ء سے حکومت اور میڈیا کے مسلسل مسلم مخالف ایجنڈوں کے خلاف ہمارے دلوں میں پل رہا تھا،اس احتجاج کے ذریعہ ہمارے دلوں میں حکومت کی نفرت انگیز سیاست اور گندی پالیسیوں کے خلاف کئی سالوں سے دبا ہوا لاوا ابل پڑا تھا۔

نریندر مودی کے پہلے دور اقتدار میں انکا مسلم مخالف ایجنڈا بڑی حکمت عملی کے ساتھ روبہ عمل لایا جارہا تھا،جس نے اجتماعی احتجاج کو روک رکھا تھا،اس دور میں کثرت کے ساتھ مسلمانوں کوانفرادی طور پر ماب لنچنگ کا شکار بنا کر قتل کیا جارہا تھا،لیکن الگ الگ جگہوں پراور الگ الگ وقتوں میں،ایک وقت میں پوری مسلم قوم کے خلاف کوئی اجتماعی ایکشن نہیں لیا جارہا تھا،حکومت کا مسلمانوں پرحملہ بالواسطہ تھا،یہ حملہ ”گئو رکشکوں“ اور واٹس ایپ کے ذریعہ پھیلائی جارہی افواہوں کے ذریعہ کیا جارہا تھا،ٹی وی پر مباحثے کیے جاتے تھے کہ مسلمان بھارت ماتا کی جئے کیوں نہیں کہتا؟ یا اے ایم یو میں جناح کی تصویر کیوں لگی ہے؟ یا لو جہاد کیا ہے؟

مسلمانوں کوڈرانے کی حکومت کی یہ چال کامیاب رہی، گرچہ کچھ مسلمانوں نے بی جے پی کے پہلے دور میں بھی ان چیزوں کے خلاف احتجاج کیا،ہم جیسے لوگوں نے مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ مل کر ”ناٹ ان مائی نیم“ کے نعرے لگائے،مگر ہمارا یہ احتجاج کثیر مذہبی ہجوم میں ضم ہوکررہ گیا، بڑے پیمانے پرکوئی احتجاج نہ ہونے کی وجہ سے ہماری آواز نقارخانے میں طوطی کی آواز ثابت ہوئی۔ہم لوگ آپس میں یہ کہنے لگے کہ کھل کرسامنے آنے سے بہتر ہے کہ حکمت عملی سے مقابلہ کیا جائے اورکوئی لائحہ عمل بنایا جائے۔حکمت عملی سے لائحہ عمل بنانے کے مطلب تھا کہ سامنے آکر مظاہرہ اور احتجاج نہ کیا جائے، بلکہ خاموشی سے اپنے کام میں لگا جائے ،اوراپنے آپ کو تعلیمی اور معاشی طور پر مضبوط کیا جائے ۔لیکن بی جے پی کا دوسرا دور جو کہ ۲۳؍مئی ۲۰۱۹ء سے شروع ہوا ہے،اس دور حکومت میں سرکار نے اپنے مسلم مخالف ایجنڈے اور متعصّبانہ پالیسی کوقانون کی شکل دینا شروع کردیا، جولائی میں تین طلاق مخالف بل پاس ہوا،جس میں اپنی بیویوں کو یکبارگی طلاق دینے والے مردوں کوجیل میں ڈالنے کی دھمکی دی گئی ہے۔اگست میں دفعہ ۳۷۰؍کو ختم کیا گیااور مسلم اکثریتی صوبہ کشمیر کی انفرادی شناخت کوختم کردیا گیا،نومبر میں سپریم کورٹ نے بابری مسجد ٹائٹل سوٹ میں مسجد کے خلاف فیصلہ سنایا،اس کے ایک مہینے کے بعد دسمبر میں سٹیزن شپ امینڈمنٹ بل کوقانون بنا دیا گیا۔این آرسی کے ساتھ مل کراس قانون نے مسلمانوں سے ان کی شہریت چھین لیے جانے کا خطرہ پیدا کردیا ہے۔جب نفرت کا ایجنڈا قانون بن جائے تو گھر بیٹھے رہنے کی حکمت عملی آپ کونہیں بچائے گی، جب دھکیل کر دیوار تک پہونچا دیا جائے تو اب آپ اورزیادہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔آپ کوواپس دھکا دینا ہوگا، چنانچہ مسلسل چھ سالوں تک اکسائے جانے کے باوجود صبر کرتے رہنے کے بعد آخرکار مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور پورے ملک میں سی اے اے اوراین آرسی کے خلاف پوسٹر اور بینر لیے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں ریلیوں کی شکل میں ابل پڑا۔ (بقیہ صفحہ ۸؍پر)

ترمیم شدہ قانون شہریت اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

مسلمانوں کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ خود ظلم کرنے سے بچا رہے؛ بلکہ اپنی طاقت بھر ظلم کو روکنا اور انسانیت کو نا انصافی سے بچانا بھی ضروری ہے؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کسی برائی کا چرچا، اس کا ذکر، اس کو پھیلانا اور لوگوں تک پہنچانا ایک گناہ اور ناپسندیدہ عمل ہے؛ اسی لئے لوگوں کی کمزوریوں پر پردہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؛ لیکن اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی انسان پر ظلم کیا جائے تو اس کو اس کے خلاف آواز بلند کرنی چاہئے، نہ یہ کہ انسان اپنے ہونٹوں پر مہر لگالے اور مظلوم کو ظالم کے حوالے کردے کہ وہ اس کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہے، کرے؛ کیوں کہ اس سے ظالم کے ہاتھ لمبے ہوتے چلے جاتے ہیں، اور مظلوموں کی مظلومیت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے۔'' (النساء: ۱۴۸) اللہ تعالیٰ بری بات کو باآواز بلند کہنے اور پھیلانے کو پسند نہیں کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ کسی پر ظلم کیا جائے، اس کو اپنی آواز بلند کرنی چاہئے۔ ظلم کبھی افراد واشخاص کی طرف سے پیش آتا ہے اور کبھی حکومت کی طرف سے، اگر حکومت ظالمانہ رویہ اختیار کرے تو اس کے خلاف آواز اُٹھانا اور زیادہ اہم ہے؛ کیوں کہ حکومتیں ہوتی ہی ہیں امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے، اگر وہی آمادۂ ظلم ہو جائیں تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے چوکیدار خود چوری کرنے لگے۔ یہ ظلم بھی ہے اور اپنے فریضہ سے کوتاہی بھی۔ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں پر یا ملک کے کسی بھی گروہ پر ظلم ہو تو مسلمان قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اور امن وامان کا خیال رکھتے ہوئے اس کا مقابلہ کریں اور اس سے راہ فرار اختیار نہ کریں؛ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاد کی سب سے افضل شکل یہ ہے کہ ظالم حکمراں کے سامنے انصاف اور سچائی کی بات پیش کی جائے۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۳۴۱۱۱) اور اگر ظالموں کو آئینہ دکھانے اور ان کے پنجے تھامنے میں صبر وآزمائش کے مرحلے سے گزرنا پڑے تو اسے برداشت کیا جائے کہ یہ انبیاء کرام اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیوہ رہا ہے، اگر اللہ چاہتے تو انبیاء کے قدسی گروہ کو ابتلاؤں اور آزمائشوں سے گزارا نہ جاتا اور تکلیفوں نیز مشقتوں کی بھٹیوں میں اللہ کی طرف سے انہیں تپایا نہ گیا ہوتا۔

مومن کا شیوہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ ظلم کے سامنے سر جھکاتا چلا جائے؛ بلکہ اس سے یہ کردار مطلوب ہے کہ جو لوگ امن وانصاف پر قائم ہوں، ان کے لئے تو وہ ریشم سے زیادہ نرم ہو، اور جو لوگ ظلم وجور پر کمر بستہ ہوں، ان کے لئے وہ شمشیر برہنہ ہو، اس راہ میں اگر اسے انگاروں پر چلنا پڑے تو یہ بھی اس کے لئے پھولوں کی سیج ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے دین، اپنی عزت وآبرو اور اپنے مال واسباب کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۵۶۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ یہ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ظلم کو دور کرنے کے لئے سماج کے تمام طبقوں کو ساتھ لے کر چلتے تھے، مکہ مکرمہ میں نبی بنائے جانے سے پہلے کچھ لوگوں نے انصاف قائم کرنے اور ظلم کو روکنے کے لئے ''حلف الفضول'' کے نام سے تنظیم بنائی۔ مکہ میں اس تنظیم کی بڑی اہمیت تھی؛ کیوں کہ وہاں نہ کوئی گورنمنٹ تھی، نہ عدالت تھی، نہ پولیس اور نہ فوج کا شعبہ تھا، وہاں اس تنظیم کی حیثیت سخت تاریک رات میں اُمید کے ایک چراغ کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری دلچسپی کے ساتھ اس میں شریک ہوئے، اور بعد کو جب مکہ فتح ہوگیا، مسلمان غالب آگئے، تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مجھے اس کام کی طرف دعوت دے تو میں لبیک کہوں گا۔ مسند بزار، حدیث نمبر: ۴۲۰۱

مسلمانوں نے جب اپنا گھر بار چھوڑ کر مکہ سے ہجرت کی اور اپنے دین کو بچانے کے لئے غریب الوطنی کو برداشت کرلیا، تب بھی اہل مکہ کی آتشِ غضب بجھ نہ پائی اور وہ بار بار مدینہ پر یلغار کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع سے اس کا احساس تھا؛ اس لئے آپ نے مدینہ کے یہودیوں کو ساتھ لیتے ہوئے منصوبہ بندی کی کہ اگر اہل مکہ حملہ کریں تو ہم سب مل کر دفاع کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے کئی غیر مسلم قبائل سے معاہدہ فرمایا، اور ان کو اپنا حلیف بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ مقصد یہی تھا کہ اہل مکہ کے مظالم کو روکا جائے، اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں برادران وطن کو ساتھ لے کر حکومت کے ظالمانہ اقدامات کو روکنا چاہئے۔ ابھی شہریت بل کے سلسلہ میں ملک کے انصاف پسند لوگوں، دانشوروں، تعلیم گاہوں میں پڑھنے والے طلباء وطالبات اور سیاسی قائدین نے جس حوصلہ کے ساتھ احتجاج کیا ہے، وہ قابل تحسین ہے، اللہ تعالیٰ انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ بحیثیت مسلمان کسی بھی ظالمانہ قانون کے خلاف آواز اُٹھانا ہمارا شرعی فریضہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ سامنے آگیا کہ ایسے کاموں میں برادران دین کے ساتھ ساتھ برادران وطن کو بھی ساتھ لینا چاہئے تو آیئے اس پس منظر میں قانون شہریت میں ہونے والی ترمیم اور ممکنہ طور پر آئندہ آنے والے این آر سی کے بارے میں غور کیا جائے۔

ملک کے تمام انصاف پسند شہری کہہ رہے ہیں کہ یہ قانون نا منصفانہ اور سیکولر اقدار کے خلاف ہے؛ اس لئے کہ یہ ایک غیر دستوری قانون ہے۔ جن لوگوں نے بھی یہ بات کہی ہے، ان کی بات صد فیصد درست ہے۔ دستور ہند کا ایک حصہ بنیادی حقوق سے متعلق ہے، یہ ہمارے دستور کی روح ہے اور پارلیمنٹ کو بھی اس کے خلاف قانون سازی کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس کی دفعہ ۱۴ کے مطابق ملک کی تمام اکائیوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کیا جائے گا، کسی قسم کی تفریق نہیں کی جائے گی، اور دفعہ ۱۵ اس کو مزید واضح کرتی ہے کہ مذہب یا کسی اور وجہ سے ملک کے دو شہریوں یا شہریوں کے دو گروہوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔

اب اس قانون کو دیکھئے۔ حکومت کے دعویٰ کے مطابق یہ پڑوسی ملکوں کی مظلوم اقلیتوں کو پناہ دینے کے لئے ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے دائرہ کو پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش تک محدود کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ہندوستان ایک سپر طاقت کی حیثیت حاصل کرنا چاہتا ہے، اور اگر ایسا ہو جائے تو یقیناً ہم سب کے لئے خوشی اور فخر کی بات ہوگی؛ لیکن دُنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ کی مثال ہمارے سامنے ہے، جہاں دنیا بھر کے مظلوموں کو پناہ دی جاتی ہے، اور صرف ان کو نہیں جو مذہب کی بنیاد پر ستائے گئے ہوں؛ بلکہ ایسے مظلوموں سے زیادہ تعداد سیاسی مظلومین کی ہے، تو اگر حکومت مظلوموں کا درد محسوس کرتی ہے تو اس کو پڑوسیوں تک محدود کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟ اور اگر پڑوسیوں ہی کی فکر کرنی ہے تو نیپال، سری لنکا، برما اور بھوٹان کی مظلوم اقلیتوں کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؛ حالاں کہ جتنے مظالم برما کے بنگلہ بولنے والے ہندوؤں اور مسلمانوں پر ہوئے ہیں، یا سری لنکا کے تمل ہندو اور مسلم اس کا شکار ہوئے ہیں، افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مظلوم ان کے مقابلہ بہت کم ہیں، اور ان کے ساتھ اس درجہ کے مظالم غالباً روا نہیں رکھے گئے۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بنگلہ دیش سے جو لوگ آئے، ۱۹۷۱ء میں خود ہمارے ملک نے ان کو آنے کی اجازت، بلکہ دعوت دی۔ افغانستان کی سرحد ہمارے ملک سے نہیں ملتی ہے، ہمارا ملک خود طالبان کے ابھرنے کے بعد سے افغانی مہاجرین کو پناہ دے رہا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ موجودہ پاکستان کے شہریوں نے تو ۱۹۴۷ء کے بعد ہی سے ہندوستان کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا۔ بنگلہ دیش کی صورت حال یہ ہے کہ اس وقت اس کی معاشی حالت ہندوستان سے بہتر ہے اور کوئی نا سمجھ بنگلہ دیشی ہی ہوگا جو اپنے ملک کو چھوڑ کر ہمارے ملک کا رُخ کرے۔ تو ایسی صورت میں یہ قانون بالکل بے معنیٰ معلوم ہوتا ہے۔ آپ جن کو روکنا چاہتے ہیں وہ یا تو آپ کے بلائے ہوئے ہیں، یا وہ خود آنا نہیں چاہتے، پھر یہ کہ افغانستان و بنگلہ دیش سے ہندوستان کے بہت ہی اچھے سفارتی تعلقات ہیں، اگر حکومت کے علم کے مطابق ان ملکوں کے لوگوں کی بڑی تعداد ہمارے ملک میں غیر قانونی طور پر مقیم ہے تو حکومت کو چاہئے کہ ان ملکوں سے رابطہ کرے اور جن شہریوں کو وہ گھس پیٹھیا سمجھتی ہے، دلائل وشواہد کے ساتھ ان کے معاملہ کو وہاں کی حکومتوں کے سامنے رکھے؛ تاکہ آسانی کے ساتھ اس کا حل نکل آئے۔

سب سے اہم مسئلہ این آر سی کا ہے، جس کا مقصد صرف مسلمانوں کو بے وطن کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں تین سطحوں پر کوشش کرنی چاہئے: اول یہ کہ این آر سی کی نوبت نہیں آئے، کئی ریاستی حکومتوں نے اعلان کردیا ہے کہ وہ اپنے یہاں اسے نافذ نہیں کریں گی؛ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی اپنی ریاستوں میں اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے حکومت کو اس پر آمادہ کریں اور جہاں ضرورت ہو امن وقانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اور غیر مسلم بھائیوں کو ساتھ لے کر احتجاج کریں۔ اس احتجاج میں نہ کوئی خلافِ قانون کام کریں؛ تاکہ وہ قانون کی نظر میں مجرم نہ ہوں، نہ ہی سرکاری اور عوامی املاک کو نقصان پہنچائیں کہ یہ اپنے آپ کو نقصان میں ڈالنا ہے، اور نہ اس کو ہندو مسلم مسئلہ بننے دیں بلکہ ''دستور بمقابلہ حکومت'' کے عنوان سے اپنا کیس پیش کریں، بحمد للہ اس وقت جو احتجاج ہو رہا ہے، اس میں بڑی حد تک اس کا خیال رکھا گیا ہے؛ مگر آئندہ اور احتیاط کی ضرورت ہے؛ ورنہ بعض غیر سماجی عناصر احتجاج میں شریک ہو کر اس کے اصل مقصد ہی کو تباہ کر کے رکھ دیں گے۔

دوسرے، این آر سی کے لئے کیا شواہد معیار ہوں گے، ان کے لئے حکومت سے بات کی جائے اور ضرورت ہو تو کورٹ سے رجوع کیا جائے۔ ثبوت وشواہد کے سلسلہ میں یہ بات رکھی جائے کہ جتنے ڈاکیومنٹ گورنمنٹ جاری کرتی ہے اور ان کا ویری فیکیشن کراتی ہے، ان میں سے کسی بھی دستاویز کو کافی سمجھا جائے، جیسا کہ ابھی چند دنوں پہلے ممبئی ہائی کورٹ کا فیصلہ آیا ہے کہ ووٹر آئی ڈی اور پاسپورٹ ثبوتِ شہریت کے لئے کافی ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی اُٹھائی جائے کہ عرفی ناموں کے بعض الفاظ کو ایک سے زیادہ طریقہ پر انگریزی یا ہندی میں لکھا جاتا ہے، یا مسلم سماج میں اصل نام کے ساتھ عرفی نام بھی لکھے جاتے ہیں، ان کو دستاویزات میں ٹکراؤ نہ سمجھا جائے، یہ ناواقفیت کی وجہ سے ہے، اور یہ خود سرکاری عملہ کا قصور ہے۔

تیسرا ضروری کام یہ ہے کہ تمام سرکاری دستاویزات کو جلد سے جلد حاصل کیا جائے اور اگر ان میں اصلاح کی ضرورت ہو تو کی جائے، یہ کام افراد کو خود بھی کرنا چاہئے اور مسلم تنظیموں، جماعتوں اور اداروں کو بھی تعاون کرنا چاہئے۔ اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہئے کہ چونکہ ملک کے معاشی حالات خراب ہیں اور این آر سی کی تنفیذ میں کافی اخراجات ہیں؛ اس لئے حکومت ایسا قدم نہیں اُٹھا سکتی، اس طرح کی امید اُس حکومت سے رکھی جاسکتی ہے، جو حقیقت میں عوام کی خیر خواہ ہو، محبّ وطن ہو اور عقل سے کام لینا جانتی ہو۔ جس حکومت کا مقصد عوام کے ایک مخصوص طبقہ کو پریشان کرنا ہو، اس سے نہ انصاف کی اُمید کی جاسکتی ہے اور نہ سنجیدہ فیصلہ کی۔

ان حالات میں اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے ملک گیر سطح پر کوشش کرتے رہنا چاہئے، حکومت وتدبیر کے ساتھ ذکر واذکار کا بھی اہتمام کیا جانا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ احوال کو بدل دے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

انسانیت کا تحفظ

مولانا مطیع اللہ المدنی

تمام شرائع میں انسانیت کی بقاء اور تحفظ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے، انسانیت کی بقا اور تحفظ کا اصل معنی ومفہوم یہ ہے کہ افراد بشر کا دین محفوظ اور دین تو دین اسلام ہے جو دین توحید ہے،اس دین توحید کو شرک سے آلودہ نہیں ہونا چاہئے، ہر فرد بشر پر اللہ تعالیٰ کا واجب حق ہے کہ اللہ کی تنہا عبادت کرے اور اس کے ساتھ غیر اللہ کو شریک نہ ٹھہرائے اور ساتھ ہی معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانوں کو شرک اور مظاہر شرک سے محفوظ رکھنے میں ہر طرح کا تعاون پیش کرے تا کہ توحید کا غلغلہ ہو اور شرک کا دروازہ بند رہے کہ انسانیت کی حقیقی حفاظت اور اس کی تکریم اسی میں مضمر ہے کہ وہ غیر اللہ کی پرستش نہ کرے اس کا سر کسی اور کے در پر نہ جھکے۔

انسانیت کی سب سے بڑی پامالی یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے یا اپنے سے کمتر مخلوق کی عبادت کرے یہ انسانیت کی توہین اور اس کی رسوائی ہے کہ وہ مخلوق کی یا اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے اصنام واوثان کو الہ (معبود) بنا ڈالے۔

تحفظ وبقاء انسانیت کے درست مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان کی عقل،اس کے سوچنے ،سمجھنے کی قوت، تفکر وتدبر کا ملکہ محفوظ رہے تا کہ وہ خیر وشر میں تمیز اور حسن وقبح میں تفریق کر سکے، اشیاء اور ان کے حقائق اور ان کے عواقب ونتائج پر غور وفکر کر سکے پھر کوئی قدم اٹھائے۔

اسی لئے تمام تر شرائع میں اور آخری شریعت میں خمر یعنی زوال عقل وفرد کا باعث بننے والے تمام اشیاء ماکولات ومشروبات مطعومات ومشمومات وغیرہ کو حرام کیا گیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسانیت اپنے مقام بلند سے گر کر پامال وذلیل ورسوا نہ ہو، تحفظ انسانیت اسی میں پوشیدہ ہے کہ اس کا شعور اور اس کی عقل وخرد کی حفاظت ہو، نتیجتاً کل انسانیت محفوظ ہو اور باقی رہے۔

تحفظ انسانیت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ اس کا مال محفوظ ہو اور کسی طور پر کسی کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ کسی کے مال پر کسی طور پر دست درازی کر سکے خواہ سرقہ کے طور پر یا غصب کے طور پر یا غش وخیانت اور فریب کے طور پر۔ انسان کا مال اس کی ملکیت ہے اسی پر قوام زندگی ہے، لہذا مال کی حفاظت میں انسانیت کی بقاء اور اس کا تحفظ ہے۔ یہ بات ہر عاقل جان سکتا ہے کہ دنیا میں بدامنی، فتنہ وفساد اور قتل وغارت گری کا ایک بڑا سبب مال کا چھین جھپٹ اور لوٹ کھسوٹ اور اس کی اشکال وصور ہیں۔ بدیہی نتیجہ ہے کہ مال کا تحفظ ضروری ہے کہ انسانیت کا امن اس سے وابستہ ہے۔

اس لئے اسلامی شریعت نے چوری، ڈکیتی، خیانت، فریب، دھوکہ دھڑی، رشوت، سود اور اس کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے کہ مال محفوظ ہو تا کہ انسانیت کا تحفظ ہو۔

تحفظ انسانیت کا مفہوم یہ بھی ہے کہ اس کی عزت محفوظ ہو، یہ بات فطرت سلیمہ میں داخل ہے کہ انسان اپنی عزت وآبرو محفوظ رکھتا ہے اور بہر صورت محفوظ دیکھنا چاہتا ہے، عصمت وآبرو کی بقاء وحفاظت میں انسانیت کی تکریم ہے ورنہ بے آبرو انسان دو کوڑی کا ہوتا ہے۔ لہذا حفاظت آبرو میں تحفظ انسانیت کا راز پوشیدہ ہے۔ آج بھی اس دور فساد میں قتل کے بہیترے واقعات کی تہ عصمت وآبرو پر دست درازی کے معاملات ہوتے ہیں۔

عصمت وآبرو کا تحفظ بے حد اہم ہے، اسی کی حفاظت کی خاطر اسلامی شریعت نے قواعد وضوابط اور متعدد اصول ومبادی وضع کئے ہیں تا کہ ہر انسان کی عصمت وآبرو محفوظ رہے اور کسی طور پر اس کی پامالی اور بے حرمتی نہ ہونے پائے۔ زنا کو اور اس کے مقدمات اور ذرائع کو حرام کیا، کئی ایک امور واحکام کو واجب قرار دیا گیا تا کہ آبرو کا تحفظ ہو کہ تحفظ آبرو میں انسانیت کا تحفظ اور اس کی بقاء کی ضمانت ہے بصورت دیگر انسانیت اور اس کی بقاء کی ضمانت نہیں لی جا سکتی ہے۔ آج انسانیت بدامنی سے دوچار ہے، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کا ایک بڑا طبقہ بہیمیت کا شکار ہے، دوسروں کی آبرو سے کھلواڑ کرنا ہی اس کا شغل بن چکا ہے، اس لئے بدامنی اور فساد کا دور دورہ ہے، خود ان بہائم صفت انسانوں میں انتقام کی کارروائیوں کا ایک سلسلہ قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح تحفظ وبقاء انسانیت کے مفہوم میں یہ امر بدیہی طور پر داخل ہے کہ اس کی جان محفوظ ہے۔ ہر شخص کی فطرت میں یہ امر ودیعت ہے کہ وہ امن وسلامتی کی زندگی جیتا رہے۔ کوئی بھی اس کی جان نہ لے اور اس کو موت کی نیند نہ سلائے۔ ہر انسان نہ اپنی بلکہ اپنے خویش واقارب، اپنے اہل وعیال کی جان کی سلامتی کا خواہاں رہتا ہے۔ اسی لئے تمام شرائع میں قتل ناحق کو حرام قرار دیا گیا۔

انسان کا تحفظ اور اس کی جانی بقاء کو اس قدر اہم بتایا گیا کہ جب اس دنیا میں پہلا قتل کا واقعہ پیش آیا، جس کا مختصر ذکر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے قربانی پیش کی۔ ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قربانی نہیں قبول کی گئی۔ جس کی قربانی مقبول نہ ہوئی، اس نے اپنے اس بھائی سے جس کی قربانی قبولیت سے مشرف ہو چکی تھی، کہا کہ میں تمہیں یقیناً قتل کر دوں گا اس نے کہا کہ اللہ تو متقیوں سے قبول کرتا ہے۔

بہر حال اس کے نفس نے اس کے اپنے بھائی کے قتل پر امادہ کر ہی دیا اس نے اس کو قتل کر ہی ڈالا اور یوں ہمیشہ کے لئے ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو گیا۔ تاریخی بات ہے کہ یہ پہلا انسانی قتل تھا کہ پہلی بار ایک بھائی نے اپنے بھائی کو مار ڈالا اور مستحق خسارہ قرار پایا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اس قاتل کے گناہ اور اس کی شدت کو کچھ یوں بیان کیا ہے کہ دنیا میں تا قیامت جس قدر قتل ناحق ہوں گے اس کا ایک حصہ گناہ اس اولین قاتل پر ہوگا۔ حدیث میں آتا: **لاتقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول کفل من دمہا لانہ کان اول من سن القتل (رواہ مسلم)** جو بھی قتل ظلما ہوتا ہے اس کے خون ناحق کا ایک بوجھ آدم کے اس پہلے بیٹے پر ہوتا ہے اس لئے کہ وہ پہلا شخص ہے، قتل کا طریق اختیار کیا اور یہ کام کیا ہے۔

قتل ناحق کی شدت وقباحت اور اس کی ہولناکی اور ساتھ ہی انسانیت کی حفاظت اور زندگی کی بقاء کی اہمیت اس کی قدر وقیمت کو یوں واضح کیا گیا ہے۔ قرآن کی آیت ہے جس میں یہ واضح بھی کیا گیا کہ قتل ناحق کی شدت اور اس کی حرمت، قباحت وشناعت کی وجہ سے بنی اسرائیل کے اوپر یہ ہدایت اللہ نے لکھ دی کہ قتل ناحق قتل انسانیت ہے اور انسان واحد کا تحفظ پوری انسانیت کا تحفظ ہے۔

تحفظ انسانیت اور بقاء بشریت کا معنی یہ بھی ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان اپنے حقوق حاصل کریں اور وہ حقوق جوان پر ہیں انہیں ادا کریں۔ انہیں حقوق باہمی کی ادائیگی تحفظ انسانیت کا ضامن ہے۔ ادائیگی حقوق میں جس قدر خلل اور نقص ہوگا، اسی قدر انسانیت اور انسانی گروہ غیر محفوظ ہوگا۔ معاشرہ میں فساد اور بدامنی کا چلن عام ہوگا اور جامع انداز میں کہنا بالکل مناسب ہی نہیں واجب ہے کہ تحفظ انسانیت اور اس کی بقاء بلکہ امن عالم صرف ایسے قوانین وضوابط پر عمل پیرائی میں ہے جن میں اس امر کی ضمانت موجود ہے کہ ان کی روشنی میں ہی انسانی معاشرہ من کل الوجوہ من جمیع التوابی محفوظ ومامون ہوگا اور کامل سلامتی سے کامیاب وکامران ہوگا۔ یہ اللہ کا مکرم ومفصل مخلوق انسان تمام سعادتوں سے اسی وقت مشرف ہوگا جب وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی روشنی میں زندگی گزارے گا۔ اور وہ شریعت کاملہ کی بات ہے اور تمام فطری وشرعی حقوق کی بات ہے۔

اسی شریعت کاملہ مطہرہ پر عمل پیرا ہو کر انسانیت کا تحفظ ہوگا اور تمام عالم میں امن کامل ہوگا۔ موجودہ دور ''امن عالم'' کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ کے طور پر سامنے آیا، اس موضوع پر عالمی سطح پر متعدد کانفرنسوں کا انعقاد ہوا، سینکڑوں سیمینار وسمپوزیم منعقد ہوئے، غرض کہ چھوٹے بڑے ہزاروں جلسوں کا اہتمام ہوا۔

''امن عالم'' کا موضوع اپنی جگہ پر بے حد اہم اور حساس بھی، یقیناً ضرورت اس امر کی شدید ترین ہے کہ پورے عالم کو گہوارہ امن وسلامتی بنایا جائے تا کہ انسانیت بلکہ پوری کائنات سلامت رہے۔ نہ کوئی فرد بشر خوف وہراس کے سائے میں زندگی گزارے۔ نہ ہی ناحق اس کی جانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

دنیا کی تاریخ، محفوظ تاریخ، صادق تاریخ، کذب اور دروغ سے خالی تاریخ کا خلاصہ ہے اقوام عالم اور پچھلی امتوں میں دو طرح کے لوگ رہے ہیں۔ ایک کافر، مشرک وباغی اور سرکش لوگ جنہوں نے سماج میں کبھی خوف ودہشت پھیلا رکھا تھا۔ واذا بطشتم بطشتم جبارین کے نمونہ تھے۔ ان کی باغیانہ ومفسدانہ کارروائیوں سے سماج کراہ رہا تھا۔ بلکہ حد یہ تھی کہ اس طاغی وجبار طبقہ نے باغی تو اپنی بے حیائی سے ہم جنسی کی عملی روش اپنائی اور ایسی بے حیائی اور فاحشہ کا ارتکاب کیا کہ اس کی نظیر اس سے قبل عالم میں نہ گذری تھی، تو کبھی ناپ وتول میں کمی وبیشی کا ایسا بازار گرم کیا کہ معیشت کا نظام پلٹ کر دیا اور سماج کو بے اطمینانی، خوف وہراس اور بدامنی سے بھر دیا۔ مفسدانہ عمل سے سماج کراہ اٹھا۔ کبھی اسی گروہ کے مجرمین نے اللہ واحد کی عبادت میں متعدد مخلوق، اوثان واصنام کو شرکاء بنا ڈالا اور ظلم عظیم کا ارتکاب کیا اس سے سماج میں مظالم ومفاسد کا دور دورہ ہوا، کبھی طبقہ جبارین نے کسی قوم کو اپنا غلام بنا ڈالا، خود ربوبیت کا دعویٰ کر بیٹھا، پھر تو ظلم وجور اور قہر وستم کی ایسی آندھی چلی کہ اس سرکش وجبار گروہ نے ایک قوم کے ابناء کو قتل کرنا اور اس کی خواتین کو زندہ رکھنا شروع کیا، تعذیب کا بدترین نمونہ تھا۔ یوں انسانی سماج میں خوف وبدامنی کا عفریت ننگا ناچ ناچتا تھا، ایک قوم یہود کی جامع تاریخ قرآن میں محفوظ ہے۔ اس قوم کی سرشت اور اس کی بدکرداریوں کا جامع بیان موجود ہے۔ قدم معصیت کا ارتکاب کر ہی ڈالا، بچھڑا پرستی، قتل اولیاء اللہ بلکہ قتل انبیاء کا جرم کیا، ربا اور دیگر گناہ میں طاق رہی ہے قوم یہود۔ ان کے سیاہ جرائم کا ریکارڈ قرآن کریم میں ملاحظہ کیا جائے۔ یوں یہ قوم یہود سماج کے لئے ایک تباہی کا عنوان بنی رہی۔

دوسری مشہور قوم نصاریٰ ہے جن کی اغلبیت بلکہ کلی جہل کا شکار قوم رہی جس نے ابن مریم کی شان میں وہ غلو آمیزی کی کہ عیسی بن مریم کو اللہ کا بیٹا اور تین الہ میں کا تیسرا اللہ بنا ڈالا اور پوری نصرانیت اس شرک میں گرفتار ہو گئی۔ جہل اور بے بصیرتی کی بناء پر ضلالت کا شکار ہو کر ہر برائی کو گلے سے لگا لیا اور تاریخ میں اس کے مجرمانہ ومفسدانہ جرائم کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ نصرانیوں میں کینہ بھی ایسا پایا گیا کہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ جوئی کی راہ اپنائی جس کا بڑا طویل سلسلہ ہے جنہیں صلیبی جنگ کہا جاتا ہے، انہوں نے ہمیشہ قوموں کو تخت وتاراج کیا۔ جنگ عظیم اول ودوم کی کہانی کچھ زیادہ پرانی نہیں ہے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد ۱۹۴۵ء میں ''اقوام متحدہ'' نامی عالمی تنظیم قائم ہوئی۔ جس کا ظاہری منشور معلوم ومعروف ہے۔ اس کے مقاصد میں سے یہ باتیں تھیں۔

(۱) بین الاقوامی اور نسلوں کی جنگ کی تباہ کاریوں سے بچانا

(۲) قدیم وجدید مسائل کی گفت وشنید سے حل کرنا تا کہ عالمی امن وانصاف پر کوئی آنچ نہ آنے پائے وغیرہ۔

اسی کے بعد امن عالم کی باتوں کا ذکر وتذکرہ کچھ زیادہ ہوتا رہا۔ اس اقوام متحدہ کے قیام سے دنیا کی اقوام کو کیا فائدہ کیا نقصان حاصل ہوا۔ وہ الگ کہانی ہے، لیکن دردناک کہانی یہ ہے کہ فلسطین میں یہودی قوم کی حکومت اسرائیل کے نام سے وجود میں آئی اور قوم مسلم پر ایک کے بعد متعدد بحرانوں کا سامنا ہوتا رہا۔ عالم میں فساد وغارت گری کا سبب کیا ہے؟ اس سلسلے میں سوچے سمجھے اسکیم کے تحت مختلف ممالک میں بحران پیدا کر کے اور مفسدانہ کارروائیاں انجام دے کر یا دلوا کر یہود ونصاری اور دیگر ملاحدہ عالم اور روشن پرستوں نے یہ شوشہ اتنے وسیع اور منظّم انداز میں چھوڑا کہ الامان والحفیظ۔ یہی مختصر پس منظر ہے جس میں دیگر اقوام تو امن عالم میں کیوں کیسے پر کانفرنسیں کرتی ہیں، مسلمانوں نے اپنی بساط کے مطابق اسلام اور مسلمانوں پر لگے داغ کو دھونے کے لئے کانفرنسوں اور سیمیناروں کا انعقاد کیا اور دلائل کی روشنی میں ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ یہ داغ جنہیں اسلام پر زبردستی لگایا جا رہا ہے۔ اسلام تو امن کا دین ہے اور دہشت گردی اور فساد وغارت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اخبار جہاں

فغانستان میں ہوائی حملے میں ۱۸/طالبان ہلاک

افغانستان کے شمال مشرقی تاخر صوبہ کے درکا ضلع میں سلامتی فورسوں کے ہوائی حملے میں ۱۸/طالبان ہلاک ہوگئے۔ افغانستان کی وزارت دفاع نے جمعہ کو یہ اطلاع دی۔ وزارت دفاع کے بیان کے مطابق طالبان کی جانب سے درکا ضلع کے گورنر خواجہ بہاء الدین بھی ہوائی حملے میں مارے گئے لوگوں میں شامل ہیں۔ (یواین آئی)

مغربی ایشیا میں امن قائم کرنے کے لئے امریکی مداخلت بند ہو: ایران

ایران نے کہا ہے کہ مغربی ایشیا کے اندرونی معاملوں میں امریکہ کی دخل اندازی بند ہونی چاہئے تاکہ علاقے میں استحکام قائم کرنے کی راہ ہموار ہوسکے۔ ایران کے وزیر دفاع عامر حاتمی نے بتایا کہ انہوں نے جاپان کے وزیر دفاع تاروکونو سے ٹیلی فون پر بات چیت کے دوران مغربی ایشیا میں موجودہ صورت حال پر بات چیت کی۔ انہوں نے بات چیت کے دوران کہا کہ مغربی ایشیا کے اندرونی معاملوں میں امریکہ کی دخل اندازی بند ہونی چاہئے تاکہ علاقے میں استحکام قائم کرنے کی راہ ہموار ہوسکے۔ (یواین آئی)

مالی حملے میں اقوام متحدہ امن فوج کے ۱۸/اہلکار زخمی

شمالی مالی میں فوجی اڈے پر ہوئے حملے میں اقوام متحدہ امن فوج کے ۱۸/اہلکار زخمی ہوگئے۔ اقوام متحدہ کے ترجمان اسٹیفن دجارک نے کہا کہ جمعہ کی صبح کڈال علاقے کے ٹیسالیٹ میں کیمپ میں کئی مورٹار اور راکٹ داغے گئے۔ (یواین آئی)

امریکی لوگوں کا ایران کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا مطالبہ

امریکہ کے نیویارک میں سینکڑوں لوگوں نے جمعرات کو سڑکوں پر اتر کر مظاہرہ کرتے ہوئے ایران کے خلاف کسی طرح کی فوجی کارروائی نہ کرنے اور اس کے ساتھ امن قائم کئے جانے کا مطالبہ کیا۔ لوگوں نے ہاتھ میں تختیاں لئے ہوئے امریکی قیادت سے ایران کے خلاف کسی طرح کی فوجی کارروائی نہیں کئے جانے، اس کے خلاف جنگ سے متعلق کسی قسم کی پابندی عائد نہ کئے جانے اور خلیجی ملک کے ساتھ کشیدگی کم کرکے امن وامان کے لئے بات چیت کرنے کا مطالبہ کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ ہم کشیدگی کم کرنے کی کوشش کررہے ہیں، ہمیں امن پسند ہے، ہم ایران کے خلاف جنگ نہیں چاہتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہم دنیا کے کسی ملک کے ساتھ جنگ کے خلاف ہیں۔ (یواین آئی)

کسی اور کی جنگ میں شامل نہیں ہوگا پاکستان: عمران خان

امریکہ اور ایران کے درمیان کشیدگی عروج پر پہنچنے کے دوران پاکستانی وزیر اعظم عمران خان نے کہا ہے کہ پاکستان کسی اور کی جنگ میں شامل نہیں ہوگا کیونکہ وہ پہلے ایسی غلطی کرچکا ہے، لیکن اب وہ دوسرے ممالک کے درمیان پیدا شدہ اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ مسٹر خان نے ایک پروگرام کے دوران امریکہ اور ایران کے درمیان ایک مرتبہ پھر ثالثی کی پیشکش کرتے ہوئے کہا: ''میں آج اپنی خارجہ پالیسی کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ ہم دوسرے ممالک کی جنگ میں شامل ہونے کی اپنی پہلے کی غلطیوں کو نہیں دوہرائیں گے۔ پاکستان کسی اور کی جنگ میں شامل نہیں ہوگا۔ پاکستان دیگر ممالک کے درمیان امن وامان قائم کرنے کی کوشش کرنے والا ملک بنے گا۔'' (یواین آئی)

بزنس روزگار و کیریئر

سید محمد عادل فریدی

بدحال معیشت سے پریشان وزیر اعظم مودی

ہندوستان کی معیشت دن بہ دن زوال پذیر ہے، اس سلسلے میں لگاتار اپوزیشن پارٹی لیڈران اور ماہرین معیشت مودی حکومت کے خلاف انگلیاں اٹھاتے رہے ہیں، جی ڈی پی شرح ترقی کے اندازے میں بھی ورلڈ بینک سمیت کئی اداروں نے کمی کا اشارہ دے دیا ہے، اس درمیان وزیر اعظم نریندر مودی نے ماہرین اقتصادیات کے ساتھ میٹنگ کی۔ میٹنگ کے دوران وزیر اعظم نے اقتصادی امور کے ماہر افراد سے اپیل کی کہ وہ حکومت کی خامی کو بتائیں تاکہ اصلاح کے لیے اقدام کیے جاسکیں۔ میٹنگ میں مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ و دیگر وزراء کے علاوہ نیتی آیوگ کے نائب سربراہ راجیو کمار اور چیف ورکنگ افسر امیتابھ کانت، وزیر اعظم کے اقتصادی صلاح کار کونسل کے چیئرمین وویک دیب رائے بھی موجود تھے۔ میٹنگ کے بعد ماہر اقتصادیات چرن سنگھ نے کہا کہ دیہی علاقوں میں خرچ بڑھائے جانے کی ضرورت ہے نہ کہ انکم ٹیکس میں رعایت دینے کی، وزیر اعظم نے میٹنگ میں کہا کہ اگر حکومت کی پالیسی میں کوئی خامی ہے تو بتایا جائے وہ اصلاح کے لیے تیار ہیں۔'' دراصل ملک کی معاشی حالت انتہائی خستہ ہے اور پی ایم نریندر مودی نے معاشی ترقی کو رفتار دینے کے لیے مناسب راستہ تلاش کرنے اور دیگر معاشی امور پر بات چیت کرنے کے لیے نیتی آیوگ سے منسلک ماہرین کے ساتھ میٹنگ کی۔ اس سے قبل پی ایم نریندر مودی نے ملک کے سرکردہ صنعت کاروں کے ساتھ معاشی امور پر بات چیت کی تھی۔ اس میٹنگ میں رتن ٹاٹا، مکیش امبانی اور گوتم اڈانی سمیت ۱۱/صنعت کار شامل ہوئے تھے۔ اس دوران جی ڈی پی اور روزگار کے مواقع بڑھانے کی ترکیبوں پر بات چیت کی گئی تھی۔

شہریت ترمیمی قانون سے متعلق سپریم کورٹ کی دلیل کا ٹوئٹر پر بنا مذاق

سپریم کورٹ نے جمعرات کو شہریت ترمیمی قانون کو لے کر داخل عرضیوں پر فی الحال سماعت کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ان عرضیوں پر سماعت اسی وقت کرے گا جب ملک میں تشدد بند ہوجائے۔ شہریت قانون کو غیر آئینی قرار دینے کا مطالبہ کرنے والی عرضیوں پر سماعت کرتے ہوئے چیف جسٹس ایس اے بوبڈے کی قیادت والی بنچ نے واضح لفظوں میں کہا کہ ''اس وقت بہت تشدد ہورہا ہے۔ ملک ایک مشکل وقت سے گزار رہا ہے۔ اس وقت سبھی کوششیں امن بحال کرنے کی ہونی چاہئیں۔'' ساتھ ہی سپریم کورٹ نے جامعہ ملیہ اسلامیہ یونیورسٹی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شہریت ترمیمی قانون کی مخالفت کررہے طلبہ کے ساتھ ہوئی پولیس بربریت کے خلاف داخل عرضیوں پر سماعت کرنے سے بھی انکار کردیا۔ سپریم کورٹ کے ذریعہ سماعت نہیں کرنے کی جو دلیل دی گئی ہے اس کو ٹوئٹر پر مذاق کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ٹوئٹر پر بیشتر لوگوں نے سپریم کورٹ کی دلیل پر مایوسی کا اظہار کیا اور اس کا مذاق بنایا۔ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ سپریم کورٹ کے ذریعہ یہ کہنا کہ جب تک تشدد ختم نہیں ہوتا سماعت نہیں ہوگی، بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ ڈاکٹر کسی مریض کا علاج کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کردے کہ جب تک اس کی چوٹ سے خون بہنا بند نہ ہوجائے علاج نہیں کیا جائے گا۔

جامعہ میں پھر سے شروع ہوئے امتحانات ''بیسٹ آف لک'' کے ساتھ طلبہ کا خیر مقدم

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں سی اے اے کے خلاف احتجاج کے دوران پولیس کی بے رحمانہ کارروائی اور طلبہ کے خلاف تشدد کی وجہ سے مؤخر کیے گئے سیمسٹر امتحانات پھر سے شروع ہورہے ہیں، فی الحال جن پیپرز کے امتحانات ادھورے رہ گئے تھے ان کو پورا کیا جارہا ہے۔ دوبارہ امتحان شروع کرنے کے اعلان کے بعد طلبہ و طالبات کا ''بیسٹ آف لک'' کے بینر کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ (این ڈی ٹی وی)

بقیہ ایک مسلمان کے طور پر میں کیوں احتجاج کر رہی ہوں ...... بی جے پی کی حکومت والی ریاستوں؛ اترپردیش اور کرناٹک میں مظاہرین کے خلاف پولیس نے بے رحمانہ رویہ اپنایا اور ان پر لاٹھیوں اور گولیوں سے حملہ کیا، کئی مظاہرین شہید ہوئے، درجنوں زخمی ہوکر اسپتالوں میں موت وحیات کے درمیان ہیں، پولیس کی اس بے رحمانہ کارروائی کو جواز فراہم کرنے کے لیے الزام لگایا گیا کہ احتجاج پرتشدد ہوگیا تھا اس لیے پولیس کو ایسی کارروائی کرنی پڑی۔ پولیس کی اسی بے رحمانہ کارروائی کے خوف نے مسلمانوں کو مودی حکومت کے پہلے دور میں احتجاج ومظاہرے سے باز رکھا تھا، مگر اب تو خوف سے اوپر اٹھنا ہی پڑے گا، اور فعال مزاحمت کی قیمت تو چکانی ہی پڑتی ہے۔

بہت سے غیر مسلم بھی احتجاجی مظاہروں میں شریک ہورہے ہیں اور ہندتوا سے ''آزادی'' کے نعرے لگا رہے ہیں۔ حالانکہ بعض جگہوں پر غیر مسلم مظاہرین نے تکلیف اور ناراضگی بھی ظاہر کی کیوں کہ بعض جوشیلے نوجوان ''اللہ اکبر'' اور ''لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ لگانے لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر ششی تھرور نے ٹوئیٹ کیا کہ ''آپ ہندوتو کی انتہا پسندی کا مقابلہ مسلمانوں کی انتہا پسندی کو فروغ دے کر نہیں کرسکتے، یہ شناخت کی سیاست ہندوستان کو برباد کردے گی''

مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنی مذہبی شناخت کو مذہبی نعروں کے ذریعہ ظاہر کررہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو ان کے مذہب ہی کی بنیاد پر نشانہ بنایا جارہا ہے۔ اگر حکومت مجھے صرف میرے عقیدے کی بنیاد پر دھونس دینا چاہتی ہے تو میں بھی سب کے سامنے اپنے عقیدے کا اظہار کروں گی۔ یہودی ماہر سیاسیات اور فلسفی ''ہانا ایرینٹ'' جو ۱۹۳۰ء میں نازیوں کے زیر اقتدار جرمنی سے جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے تھے، اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ''اگر کسی پر یہودی ہونے کی وجہ سے حملہ کیا جاتا ہے تو اس کے لیے لازمی ہے کہ ایک یہودی کی حیثیت سے اس کا مقابلہ کرے نہ تو ایک جرمن کی حیثیت سے، نہ دنیا کے ایک شہری کی حیثیت سے اور نہ حقوق انسانی کے علمبردار کی حیثیت سے۔'' جمہوریت آپ کو اپنے نقطۂ نظر پر قائم رہتے ہوئے احتجاج کی اجازت دیتی ہے۔ اگر نہ ستائی ہوئی اور غیر متاثر اکثریت صرف ایک ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے احتجاج کرسکتی ہے تو ایک ستائی ہوئی اور متاثر اقلیت کو بھی اختیار ہے کہ وہ ایک ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے بھی احتجاج کرے اور اقلیت ہونے کی حیثیت سے بھی احتجاج کرے۔

۱۶/دسمبر کو لکھنؤ کے ایک چھوٹے سے احتجاجی مظاہرے میں مجھے اللہ اکبر کا نعرہ لگانے سے روک دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ معاملہ پورے ہندوستان کا ہے، کسی خاص مذہب کا نہیں، جب مجھے ایک مسلمان کی حیثیت سے احتجاج سے روکا گیا تو میں وہاں سے باہر نکل آئی، کچھ لوگوں نے کہا کہ مذہبی نعرے لگانے سے سرکار کے ہی ایجنڈے کو مضبوطی ملے گی اور ''آئیڈیا آف انڈیا'' کو نقصان پہونچے گا۔ میرا سوال یہ ہے کہ ہمیشہ صرف مسلمان ہی کیوں ''آئیڈیا آف انڈیا'' کا جھنڈا بلند کریں؟ خواہ مظاہرہ اور احتجاج کا موقع ہو یا الیکشن کا صرف مسلمانوں سے ہی یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ سیکولرزم اور جمہوریت کا تحفظ کریں اور فاشسٹ طاقتوں کو کنارے رکھنے کے لیے ووٹنگ کریں۔ مسلمانوں سے ''سیکولر ہونے'' کا مطالبہ کرنے کے بجائے غیر مسلم بھی تو ''میں بھی مسلم ہوں'' کا پلے کارڈ اٹھا سکتے تھے، جیسا کہ امریکہ کے گوروں نے ۲۰۱۷ء میں ڈونالڈ ٹرمپ کے ''مسلم بین'' کے خلاف کیا تھا۔ ہندوستان کو اکثریت پسندی سے بچانے کا ذمہ اس کی اکثریت پر ہے نہ کہ اقلیت پر۔

کچھ عام ہندوؤں نے یہ ذمہ داری نبھائی ہے، ان کا جذبہ اور عمل قابل تعریف ہے۔ مثال کے طور پر اندو لیکھا پرتھان ارنا کولم کی رہنے والی قانون کی طالبہ ہیں اور پربھا راج چنئی کی ایک سوشل میڈیا ایکٹوسٹ ہیں، ان دونوں لڑکیوں نے مودی کے اس تبصرے کی مخالفت کرتے ہوئے کہ ''احتجاجیوں کو ان کے کپڑوں سے پہچانا جاسکتا ہے'' سی اے اے مخالف ریلیوں میں حجاب پہنا۔ برقع اور حجاب چونکہ مسلمانوں کی شناخت ہے تو یہ سی اے اے مخالف احتجاج کی علامت بن گیا۔ بہت سی مسلم خواتین جو حجاب نہیں پہنتی تھیں، انہوں نے اپنی شناخت ظاہر کرنے کے لیے احتجاج کے دوران حجاب پہنا۔ میں نے خود ایسا کیا، کیوں کہ میں بھی چاہتی ہوں کہ ''مجھے بھی میرے کپڑوں سے پہچانا جائے'' اس دن سے میں عوامی جگہوں پر حجاب پہن رہی ہوں، حکومت مجھے مسلمان ہونے کی حیثیت سے نشانہ بنانا چاہتی ہے تو میں بھی اپنے آپ کو ''اور زیادہ مسلمان'' ثابت کرکے اس کا کام آسان کروں گی۔ **(مضمون میں ظاہر کیے گئے خیالات مضمون نگار کے ذاتی ہیں۔)**

طب وسائنس

کان کے مسائل

حکیم کوثر قادری

جدید طرز زندگی نے ناک، کان گلے کے امراض میں اضافہ کردیا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بے تحاشا شور شرابا، دھما کے ، ہیڈ فونز اور ہینڈ فری کا بے جا استعمال، رکشہ، بسوں کے پریشر ہارن، اونچی آواز کی موسیقی، کام کی جگہ مشینوں اور لوگوں کا شور وغوغا، ریڈیو، ٹی وی کا شور۔ کان اور سماعت کے مختلف امراض کے اسباب میں شامل ہیں۔ کان کے درد کی کئی وجوہات ہیں جس میں الرجی، انفیکشن، زخم، کان میں رطوبت یا سیال مادے کا جمع ہوجانا، کان میں موجود ویکس کا سخت ہوجانا، ائیر ڈرم کو نقصان پہنچنا، کان میں کوئی چیز پھنس جانا،، اس کے علاوہ بچوں میں دانتوں کا نکلنا بھی کان کے درد کا باعث بن سکتا ہے۔ کان کا درد انفیکشن کی وجہ سے بھی ہوجاتا ہے۔ اگر بیکٹیریا، وائرس کان کے کسی حصے میں داخل ہوجائے تو اس سے بھی انفیکشن کا خطرہ بڑھ جاتا ہے جو کافی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

اسلامی اصولوں کے مطابق غذا چبا کر کھانا، آہستہ سے کھانا، پیٹ بھر کر نہ کھانا، پانی تین وقفوں سے پینا اور کھانے پینے میں اعتدال سے کام لینا یہ سب باتیں نہ صرف ناک، کان اور گلا بلکہ دیگر امراض سے بھی بچاتی ہیں۔ کان کے اندر پانی چلے جانے، کان میں میل جمع ہوکر گیلا ہوجانے یا سوکھ جانے، کان میں پھوڑا پھنسی ہونے کے سبب کان میں شدید درد، یکایک بہت تیز درد، ٹیس مارتا ہوا درد، ناقابل برداشت درد ہوتا ہے۔ کان میں درد کسی بھی سبب سے ہو جلد سے جلد ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیئے۔

ہمیں اپنے کان خود صاف کرنے کی بجائے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کسی دوا کے ذریعے کان صاف کروانے چاہیئے۔ کیونکہ ہم سویب (روئی لپٹی سلائی) کے ذریعے صفائی کرتے ہے، یہ سلائی بہت چھوٹی ہوتی ہے اور کان کے سوراخ کے اندر تک چلی جاتی ہے، جب آپ اس سے کان کی صفائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو میل باہر کے بجائے کان میں مزید اندر تک گھس جاتا ہے، جہاں پھر وہ نالی میں پھنس کا جم جاتا ہے اور پھر اس کا نکلنا دشوار ہوجاتا ہے۔ کان کی نالی کے اندر تک پہنچنے والے اس میل کی وجہ سے فنگس، بیکٹر یا یا کوئی وائرس پیدا ہوسکتا ہے، جو بعد ازاں کان میں درد یا کسی اور انفیکشن کا باعث بنتا ہے۔ کان کو ہمیشہ بہت احتیاط سے صاف کرنا چاہئے؛ بلکہ خود صاف ہی نہیں کرنا چاہئے۔ نہاتے وقت کان میں روئی تیل میں بھیگو کر کان میں رکھ لیں تو کان میں پانی جانے سے بچایا جاسکتا ہے۔

کان کا درد ہو تو فوری طور پر معالج سے رابطہ کرنا چاہیے۔ خود ڈاکٹر نہیں بننا چاہئے۔ کان کے اندر پھنسیوں کی صورت میں کوئی سا تیل یا محلول دوا نہ ڈالیں۔ بلکہ معالج سے دوالیں۔ اسی طرح کان میں کچھ پھنس جانے کی صورت میں خود سے نکالنے کی کوشش نہ کریں اور کان کبھی بھی نوکدار یا باریک چیز سے نہ کھجائیں۔ ہمیشہ حلق کی بیماریوں اور نزلہ زکام سے اپنی حفاظت کریں۔ کیونکہ ناک کان گلے کا سسٹم ایک ہی ہے۔ ایک خراب ہوا تو دوسرا ساتھ ہی خراب ہوجائے گا۔ کان میں درد یا انفیکشن کی صورت میں ناک کو زیادہ زور سے صاف کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کٹھی اور ترش اشیاء کے استعمال سے گریز کریں۔ کیلا، تربوزہ، پپیتا اور کھیرے کا استعمال نہ کریں۔ کیونکہ ان غذاؤں کے استعمال سے ریشہ ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں جو کانوں سے متعلق مسائل کو اور زیادہ بنا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ریفریجریٹر میں رکھے گئے کھانوں سے بھی اجتناب برتیں۔ کانوں کے درد اور دیگر مسائل کے دوران پیاز، ادرک اور لہسن کا استعمال بہترین ثابت ہوتا ہے۔ اگر کانوں میں درد ویکس کے سخت ہوجانے کی وجہ سے ہو رہا ہے تو گرم پانی سے غسل لے لیں۔ بہت سی خواتین بچوں کو نہلاتے ہوئے اس بات کا دھیان نہیں رکھتی کہ بچوں کے کانوں میں پانی زیادہ نہ جائے۔ کان میں پانی جانے کی صورت میں شدید تکلیف کا سامنا ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ بچے کو فلو اور نزلہ زکام ہونے کی صورت میں فوراً علاج کروائیں۔ اپنے ہاتھوں اور بچوں کے کھلونوں کو اچھی طرح دھوئیں تاکہ کھیلتے وقت یا منہ میں ڈالتے وقت جراثیم بچے کے پیٹ میں نہ جاسکیں۔ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

کم سنائی دینا: کان کی نسیں کمزور ہونے سے یا تو آواز بالکل سنائی ہی نہیں دیتی اور اگر سنائی دے بھی تو سمجھ نہیں آتی۔ یہ شکایت عام طور پر 70 سال کی عمر اور اس سے زائد عمر کے لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ شور میں کام کرنے والے فیکٹری ورکرز اگر سوشل سیکیورٹی قوانین پر عمل نہیں کرتے تو ان کے کان جلدی خراب ہوجاتے ہیں۔ شوگر کے مریضوں میں '50 اور 55 سال کی عمر میں کانوں کے مسئلے پیدا ہوسکتے ہیں اور ایسے لوگوں میں کم سنائی دینے کی شکایت پائی جاتی ہے۔ بڑھتی عمر کے ساتھ بھی کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں، جن سے کان کی سماعت متاثر ہوتی ہے مثلا کان کے پردے کا پھٹا ہونا، کان کا بہنا، نزلہ سے ٹیوب بلاک ہوکر کان بند ہونا ہیں۔ کان کی میل اچانک کان کے پردے پر آجانے سے، نہانے سے پانی کان میں جانے سے بھی کان بند ہوجاتا ہے۔ یہ کان بند ہونے کی وہ وجوہات جو قابل علاج ہیں۔ ان سے سماعت کم ہونے کا علاج کروانے سے کان ٹھیک ہوسکتے ہیں۔

وراثتی بیماریاں زیادہ تر کان کو متاثر کرتی ہیں۔ بعض بچے پیدائشی بہرے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ گونگے بھی ہو جاتے ہیں کیونکہ تین سال کی عمر تک آواز کان میں جائے گی تو بچہ بولنا سیکھے گا۔ دوسرا بچے کی پیدائش کے بعد کوئی پرابلم ہوگیا مثلاً ٹائیفائیڈ بخار' گردن توڑ بخار یا کوئی اور بیماری کے علاج میں کچھ خاص انجکشن وغیرہ لگوائے ہوں تو ان سے کانوں کی نسیں یا دماغی ریشے ڈیڈ ہوجاتے ہیں تو کم عمری میں ہی سماعت کا مسئلہ ہوتا ہے۔ ان بچوں اور عمر کے آخری حصے میں سماعت کے کم ہونے کی شکایت کرنے والے مریضوں کے کان علاج سے بھی ٹھیک نہیں ہوسکتے۔ اس کے لئے سماعت کا آلہ ہی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ ایسے مریضوں کا جدید طریقہ علاج بھی ہے جسے ImplantsCochlear کہتے ہیں۔ مگر یہ طریقہ علاج بہت مہنگا ہے۔

چند لمحوں کے لیے کان کا بند ہونا: اکثر یہ شکایت کی جاتی ہے کہ چند لمحوں کے لیے کان بند ہو گیا۔ اس ضمن میں Tinnitus کی مثال دی جاسکتی ہے جسے میڈیکل سائنس بیماری نہیں بلکہ ایک کیفیت مانتی ہے اور یہ کسی دوسرے مرض کی علامت ہوسکتی ہے۔ اس میں مریض کو اپنے کان میں بھنبھناہٹ یا شور سنائی دیتا ہے جو کبھی تیز اور کم بھی ہوسکتا ہے۔ یہ شکایت مختصر دورانیے کے لیے بھی ہوسکتی ہے اور بعض اوقات کئی دنوں تک وقفے وقفے سے مختلف آوازیں یا شور سنائی دے سکتا ہے۔ عام طور پر ہم اسے کان بجنا کہتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

امارت شرعیہ کی طرف سے محتاجوں اور ضرورتمندوں میں کمبل کی تقسیم

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک پریس ریلیز میں بتایا کہ امارت شرعیہ کے اہم شعبوں میں ایک شعبہ خدمت خلق ہے، امارت شرعیہ کے اس شعبہ کے ذریعہ سال بھر مختلف سطح سے محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد وتعاون کا کام جاری رہتا ہے، خاص طور پر سیلاب، طوفان، آتش زدگی اور دوسرے مشکل حالات میں امارت شرعیہ مصیبت زدگان کی امداد اور متاثرین کی راحت رسانی میں ہمیشہ نمایاں خدمات انجام دیتی رہی ہے، ابھی سخت سردی کا موسم ہے، جھگی، جھونپڑی اور نشیبی علاقوں میں رہنے والے غریب خاندانوں کو کمبل اور گرم کپڑوں کی سخت ضرورت ہے، جو اضلاع سیلاب سے متاثر ہوئے وہاں اس طرح کی ضرورت اور تقاضے مزید شدت سے محسوس کئے جارہے ہیں، چنانچہ پریشانی کی اس گھڑی میں امارت شرعیہ کے ذریعہ شہر پٹنہ کے علاوہ مختلف اضلاع میں محتاجوں اور ضرورت مندوں کے درمیان کمبل کی تقسیم کا اہتمام بلاتفریق مذہب کیا جارہا ہے۔ قائم مقام ناظم صاحب نے اپنے بیان میں اہل خیر حضرات سے اپیل بھی کی ہے کہ وہ اس سخت قسم کی ٹھنڈ کے زمانہ میں ضرورت مندوں کی راحت رسانی کے لئے آگے آئیں، اپنے آس پڑوس کے لوگوں کی حالت پر سنجیدگی سے غور کریں اور مخلصانہ وہمدردانہ طور پر ان کے کام آئیں، اہل ثروت حضرات کو بتائیں کہ غرباء ومساکین کی ستر پوشی اور ان کی راحت رسانی کا کام کتنا اہم ہے اور اس کے کیا فضائل ہیں، خود ایسے کار خیر میں حصہ لیں اور دوسروں کو بھی متوجہ کریں، جو حضرات اپنے طور پر یہ خدمت انجام دے سکتے ہوں وہ اپنے طور پر انجام دیں اور جو کسی دینی ملی رفاہی تنظیم کے ذریعہ یہ نیک کام انجام دینا چاہتے ہیں وہ ان کے ذریعہ غرباء تک پہونچیں۔

مودی۔شاہ کے اشارے پر طالب علموں میں خوف پیدا کیا جارہا ہے: کانگریس

کانگریس پارٹی نے جواہر لال نہرو یونیورسٹی (جے این یو) میں ہوئے تشدد کے لئے وزیر اعظم نریندر مودی اور وزیر داخلہ امت شاہ کو ذمہ دار ٹھہرایا اور الزام لگایا کہ اس طرح حکومت اسپانسر تشدد کر کے یونیورسٹیوں میں خوف کا ماحول پیدا کیا جارہا ہے۔ کانگریس جنرل سکریٹری پرینکا گاندھی نے کہا کہ "دنیا میں ہندوستان کی تصویر ایک لبرل جمہوری ملک کی ہے۔ مودی شاہ کے غنڈے یونیورسٹیوں میں توڑ پھوڑ کررہے ہیں اور اپنے روشن مستقبل کی تیاریوں میں لگے طالب علموں میں خوف پیدا کیا جارہا ہے"۔ محترمہ گاندھی نے کہا کہ ایمس میں داخل جے این یو کے زخمی طالب علموں نے انہیں بتایا کہ لاٹھی اور ہتھیاروں سے لیس غنڈوں نے احاطے میں گھس کر فساد برپا کیا جس سے بہت سے طالب علموں کو گہری چوٹیں آئی ہیں۔ ایک طالب علم نے یہاں تک کہا کہ پولیس نے اسے کئی لاتیں ماریں۔ بعد میں کانگریس میڈیا سیل کے سربراہ رندیپ سرجے والا نے صحافیوں سے کہا کہ جے این یو میں حکومت اسپانسر تشدد ہوا جو مودی شاہ کے اشارے پر ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس حملے میں طالب علموں کو ہی نہیں بلکہ اساتذہ کو بھی مارا پیٹا گیا جس میں پروفیسر ساونت شکلا، پروفیسر سچترا سین، پروفیسر اتل سود، پروفیسر ایس مجمدار سمیت کئی افراد زخمی ہوگئے۔ کانگریس لیڈر راودت راج نے کہا کہ انہوں نے تین گھنٹے تک چلے تشدد کے اس منظر کو قریب سے دیکھا ہے۔ (یواین آئی ٦/جنوری)

دہلی میں اسمبلی انتخاب کی تاریخ کا اعلان

دہلی اسمبلی کی مدت 22 فروری کو ختم ہورہی ہے اس لیے ووٹنگ 8 اور ووٹوں کی گنتی کے لیے 11 فروری کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ تاریخ کا اعلان کرتے ہوئے انتخابی کمیشن نے بورڈ امتحانات کو بھی دھیان میں رکھا ہے۔ انتخابی کمیشن نے دہلی اسمبلی انتخاب کی تاریخ کا اعلان کردیا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر سنیل اروڑا نے پریس کانفرنس کے دوران واضح کیا کہ 8 فروری کو دہلی میں اسمبلی انتخاب ایک ہی مرحلہ میں اختتام پذیر ہوگا اور ووٹوں کی گنتی 11 فروری کو ہوگی۔ ساتھ ہی چیف الیکشن کمشنر نے فوری اثر سے دہلی میں انتخابی ضابطہ اخلاق نافذ کرنے کا بھی اعلان کردیا ہے۔ پریس کانفرنس کے دوران سنیل اروڑا نے کہا کہ انتخاب سے متعلق نوٹیفکیشن 14 جنوری کو جاری ہوجائے گا جب کہ 21 جنوری امیدواروں کے ذریعہ نامزدگی کا پرچہ داخل کرنے کی آخری تاریخ ہوگی۔ اس کے علاوہ اسکروٹنی کے لیے 23 جنوری کی تاریخ مقرر کی گئی ہے اور پھر امیدواروں کے ذریعہ نامزدگی واپس لینے کی تاریخ 24 جنوری ہے۔ (قومی تنظیم ۷/جنوری)

اصل مسائل سے توجہ ہٹانے کیلئے شہریت کا مسئلہ کھڑا کیا گیا: یوگیندر یادو

جن لوگوں نے آزادی کی لڑائی میں اپنے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا وہ آج ملک کے حقیقی باشندوں سے ان کی شہریت اور حب الوطنی کا ثبوت مانگ رہے ہیں۔ حکومت دراصل ڈوبتی ہوئی معیشت، بے روزگاری اور مہنگائی جیسے سنگین مسائل سے توجہ ہٹانے کے لیے شہریت کے مسئلہ کھڑا کررہی ہے۔ ان خیالات کا اظہار ممتاز دانشور اور سوراج انڈیا کے بانی پروفیسر یوگیندر یادو نے دوسرا کیپٹن عباس علی یادگاری خطبہ پیش کرتے ہوئے کیا آزاد ہند فوج کے سپاہی اور مشہور مجاہد آزادی کیپٹن عباس علی کی صدی تقریبات کے سلسلے میں انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر میں منعقدہ یادگاری خطبہ کے دوران پروفیسر یوگیندر یادو نے مزید کہا، اس وقت پورے ملک میں بیداری کی جو لہر پیدا ہوئی ہے وہ تاریخ میں کبھی کبھار ہی ہوتی ہے۔ یہ ایک غیر معمولی تحریک ہے جس میں پنجاب سے پانڈیچری تک لوگ کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑے ہوگئے ہیں اور ایک بہتر ہندوستان کا مطالبہ کررہے ہیں۔ انہوں نے کہا، اس وقت ڈیموکریسی، ڈائیورسٹی اور ڈیولپمنٹ تینوں داؤ پر لگے ہوئے ہیں اور یہ لڑائی مذہب، ثقافت اور قوم پرستی کی مدد سے لڑی جاسکتی ہے، چونکہ ان تینوں میں غیر معمولی قوت ہے۔ (یواین آئی ٦/جنوری)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے انقلابی کارنامے

مولانا رضوان احمد ندوی

اس وقت ہندوستانی مسلمان نہایت ہی کرب واضطراب اور ذہنی کش مکش کے دور سے گذر رہے ہیں، مرکز کی برسر اقتدار پارٹی اوراس کی حلیف جماعتیں نت نئے سیاہ قانون کے ذریعہ یہاں کے مسلمانوں کے عرصہ حیات کو تنگ کرنا چاہتی ہے، تاکہ وہ دوسرے درجہ کا شہری بن کر زندگی بسر کرے، اس عہد انقلاب اور پرفتن دور میں بعض حیثیتوں سے دسویں صدی ہجری کے مرد کامل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی(۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) کے طریقہ کار اور حکمت عملی کا مطالعہ ناگزیر معلوم ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا طریقہ کار تھا کہ ایک فقیر بےنوا نے ایک گوشہ میں بیٹھ کر سلطنت وملک کے رخ کو بدل دیا اوران کی تجدیدی واصلاحی کارناموں کے فیوض وبرکات کے سامنے ارکان سلطنت سر تسلیم خم ہونے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی بن مخدوم شیخ عبدالاحد ۱۵۶۳ء میں شہر سرہند پنجاب میں پیدا ہوئے، صغرسنی سے بعض عجیب وغریب واقعات ظہور میں آنے لگے، سیرت امام ربانی کے مولف نے لکھا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ عبدالعزیز آپ کی ولادت کے دن سرہند میں موجود تھے، آپ نے وہاں کشفی حالت میں ملائکہ کا ہجوم دیکھا (ص:۵۷) عہد طفولیت میں بھی وہ کبھی ننگے نہیں ہوئے، بول وبراز کے موقعہ پر اتفاقا کبھی آپ کا بدن ننگا بھی ہو جاتا تو بڑی جلدی بدن کو ڈھانپ لیتے، تعلیم وتربیت میں بھی معلم کا ادب واحترام کمال درجہ میں فرماتے تھے، ذہانت وفطانت اور خداداد صلاحیت سے بہت جلد مقام علیا تک جا پہونچے اور ہر فن میں درک وکمال پیدا کرلیا، پھر تزکیہ باطن کے لئے حضرت خواجہ باقی باللہ (۱۰۱۲ھ) کے استانہ پر حاضر ہوئے، بیعت وارشاد سے راہ سلوک کے مدارج عالیہ طے کیا، ان کے باطنی کمالات کی شہادت دیتے ہوئے خود ان کے پیرومرشد نے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی وہ آفتاب ہیں جن کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں، آپ کے فضل وکمال کی شہرت سن کر اس عہد کے بڑے بڑے علماء حدیث وتفسیر کی کتابوں کی سند آپ سے حاصل کرنے میں اپنی سعادت سمجھنے لگے، اسی زمانے میں ابوالفیض فیضی نے تفسیر بےنقط سواطع الالہام کے نام سے لکھنی شروع کی، انہیں ایک مقام پر الجھن پیدا ہوئی، انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں اپنی عاجزی ظاہر کی، آپ نے اس کے مقام کے مناسب تفسیر نہایت فصیح وبلیغ بےنقط عبارت میں قلم برداشتہ تحریر فرمائی، اس طرح آپ کے علم وفضل کا سکہ عوام وخواص کے علاوہ اراکین سلطنت کے دلوں میں بھی بیٹھتا چلا گیا، آپ نے ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے دو بادشاہوں کو دیکھا، پہلا بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (المتوفی ۱۰۱۴ھ) جس کا عہد حکومت ۱۵۵۶ سے ۱۶۰۵ء تک یعنی کم وبیش پچاس سال اور دوسرا شہنشاہ ابولمظفر نورالدین جہانگیر جس کی حکومت ۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۷ء تک یعنی بائیس سال تک تھی، حکومت کے ابتدائی دور میں بادشاہ اکبر کو بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی، وہ نیازمندانہ طریقہ سے مجالس ذکر وسماع میں شریک ہوا کرتے تھے، لیکن ناخواندہ ہونے کی وجہ سے مذہب اور عقیدہ کے معاملے میں ان کا دماغ بےلگام ہو گیا تھا، ہر مذہب اور دین کے فضلاء کے خیالات کو اپنے اندر سمونے لگا، پادریوں اور پنڈتوں کی مجالس منعقد کرنے لگا، درباری علماء نے بھی جاہ طلبی کی امید میں اکبر بادشاہ کے مزاج کو بدلنے میں بڑا موثر رول ادا کیا، ملا عبداللہ سلطانپوری، مولانا عبدالنبی فیضی اور ابوالفضل نے بادشاہ کو علمی اسلحہ فراہم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، حتی کہ شرعی حدود وقیود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بادشاہ کو امیرالمومنین کا خطاب اور مجتہد تک کا سرٹیفکٹ دیدیا، شیخ مبارک نے ایک محضر نامہ تیار کیا اوراس پر علماء سے دستخط کروائے، اس محضر نامہ کے چند جملے یہ ہیں: ہندوستان جیسا وسیع ملک سلطان جہاں پناہ کے عدل وانصاف وتدبیر وانتظام سے دارالامن بن چکا ہے، اور ہر جگہ کے خواص وعوام خصوصا عرب وعجم کے علماء وفضلاء یہاں آکر مقیم ہو چکے ہیں، حدیثوں اور عقلی ونقلی دلائل وشواہد کی بنا پر ہم یہ فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے بڑھ کر ہے، لہذا سلطان الاسلام جلال الدین اکبر بادشاہ غازی اگر عوام کی سہولت اور مملکت کے انتظامی مصالح کی خاطر دین کے ان مسائل میں جو مجتہدین کے نزدیک اختلافی ہوں کسی بھی ایک صورت کو تجویز کر کے اس کے مطابق احکام کا اجراء فرمائیں تو ان کی تجویز وحکم متفق علیہ متصور ہوگا اوراس کی اطاعت وپیروی تمام رعایہ پر لازمی اور قطعی ہوگی اور جس وقت سلطان عالم پناہ کوئی بھی ایسا قانون اور حکم نافذ فرمائیں جو عوام کے لئے باعث سہولت ہو اور نصوص شرعیہ کے مغائر نہ ہو اس پر عمل درآمد ہر شخص پر لازم وقطعی ہوگا اوراس کی مخالفت عذاب اخروی اور خسران دینی ودنیوی کا موجب ہوگی۔ (حضرت مجدد الف ثانی ص ۳۰۷)

اس محضر نامہ نے بادشاہ کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا، پھر کیا تھا اس امی بادشاہ نے عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کر دئے، دین اکبری کی طرح نئے دین کی بنیاد ڈال دی، اس کے لئے راجپوت راجاؤں کے ساتھ رشتہ کی استواری شروع کردی ان کی دل جوئی کے لئے قشقہ لگانا، ہندوانہ رسم ورواج میں حصہ لینا حتی کہ سجدہ تعظیمی بجالانے کے لئے لوگوں کو مجبور کرنا بادشاہ کا محبوب مشغلہ بن گیا، نماز، روزہ اور حج کو ساقط کردیا، دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ علانیہ نماز ادا کر سکے، سود کھانا، جوئے کھیلنا، شراب نوشی کرنا وغیرہ کو حلال قرار دیدیا گیا، اس طرح شریعت محمدیہ ﷺ بازیچہ اطفال بن گئی، زندقہ بدعت اوراغراض پرستی کی کالی گھٹائیں افق پر چھائی ہوئی تھیں۔

اللہ نے اس عہد ضلالت میں دین کی ڈوبتی کشتی کو ساحل مراد تک پہونچانے کے لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو کھڑا کیا، انہوں نے پہلے مرحلہ میں اپنے فہم وتدبیر اور ہمت وپامردی سے درباری علماء اور مقربان سلطنت کے نام نصیحت آمیز پیغامات ارسال کئے، ارکان حکومت کی اصلاح کے لئے عوام کو بیدار کیا، انہیں اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت پر پختہ یقین کرنے کی دعوت دی، درباریوں نے ردعمل شروع کردی اور بادشاہ سلامت اور جہانگیر کے کان بھرنے شروع کردیئے، ان دونوں پر سیاسی رنگ چڑھا ہوا تھا، اور جب کسی شخص پر اقتدار کا نشہ سوار ہوتا ہے تو وہ انجام سے بےخبر ہو کر طاقت کا استعمال کرتا ہے، یہاں بھی یہی ہوا کہ جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی کو ناحق قلعہ گوالیار میں نظر بند کروادیا، جہاں وہ ایک سال تک اسیر رہے، وہاں بھی خلوت کے موقعہ پر ایثار وخلوص کے کامل جذبات کے ساتھ وہ اپنی خوشبو بکھیرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ کئی ہزار غیر مسلم قیدی آپ کی صحبت وتربیت سے مشرف بہ اسلام ہوئے، ادھر بہت سے صحیح العقیدہ اراکن سلطنت پر اس حبس بےجا کا برا اثر ہوا، بادشاہ کو بھی اپنے اقدام سے ندامت ہوئی، آخر کار انہیں رہا کرنے کا حکم صادر کردیا، قید سے رہائی کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مشن میں لگ گئے، صاحب عزم وارادہ کبھی اپنی نشان منزل سے غافل نہیں ہوتے، انہوں نے اہل مناصب کے نام خطوط وپیغامات بھیجنے شروع کردیئے جس میں صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دئے، اس وقت خواص وعوام کی بےشمار جماعت آپ کے ساتھ تھی، آپ نے ارکان حکومت کی اصلاح بادشاہ کی اصلاح پر مقدم رکھا، اس طرح آپ نے جہانگیر کے دربار کے ممتاز ارکان کو اپنا ہمنوا بنالیا، ایک مورخ نے لکھا کہ ایک فقیر بےنوا نے اونچی چوٹیوں پر رہنے والوں کو حیرت انگیز طریقہ سے اپنا گرویدہ بنالیا، اب بادشاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اس نے سجدہ تعظیمی موقوف کردیا، شعائر کی حفاظت ہونے لگی اور ویران مساجد آباد ہونے لگیں، خلاف شریعت قوانین منسوخ ہو گئے، یہاں تک کہ جہانگیر نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کیا، اس طرح لوگوں نے بادشاہ کے ملحدانہ عقائد ونظریات سے نجات پائی اور ملک میں ایک نئی صبح طلوع ہونے لگی۔ **ذلک فضل الله یوتیه من یشاء**

حضرت مجدد الف ثانی نے دوسرا بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ وحدۃ الوجود یعنی اتحاد وحلول کے باطل نظریے کے مقابلہ میں وحدۃ الشہود کا متوازی مسلک پیش کیا اور کج روصوفیوں کے باطل عقیدہ پر کاری ضرب لگائی، وہ یہ کہ وحدۃ الوجود سالک کے سیروسلوک کی ایک منزل ہے، اس کو مشاہدہ سے نظر آتا ہے کہ وجود حقیقی وکامل کے علاوہ کسی چیز کا وجود نہیں جو کچھ ہے وہ سب ایک ہی وجود ہے، باقی اس کی تنوعات ہے (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۳۲۸۷) سالک ہو یا عارف اگر عقائد اوراعمال میں کتاب وسنت کا پابند نہیں تو وہ قابل تقلید نہیں، وحدۃ الوجود میں شریعت محمدی نہیں تو وہ شرار بولہبی ہے۔ اس طرح انہوں نے عقل وکشف دونوں کے درمیان حد فاصل کی لکیر کھینچ دی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے وضاحت کی کہ وحدۃ الوجود کے عقیدہ اور نظریہ کی پردہ کشائی جو اپنے غلو ومبالغہ اوراشاعت ومقبولیت کے نقطہ عروج پر پہونچ چکا تھا اور جس سے عقائد میں تزلزل اور مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا ہو رہا تھا اوراس کے متوازی وحدۃ الشہود کے مسلک ونظریہ کو مدلل شکل میں پیش کرنا، بدعات کی کھلی ہوئی تردید ومخالفت حتی کہ بدعت حسنہ کے وجود سے بھی انکار اور پھر آخر میں ہندوستان میں اسلام کے اکھڑتے ہوئے قدموں کو جمانے اور ہندوستان میں ایک ایسا تجدیدی انقلاب لانے کا حکیمانہ اور کامیاب کوشش حضرت مجدد الف ثانی کا وہ اصل تجدیدی کارنامہ ہے جس کو ان کے سارے تجدیدی کارناموں پر اولیت وفوقیت حاصل ہے۔ (تلخیص اقتباس از تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۹۲)

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندی کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ انہوں نے ہندی اسلام کو متصوفانہ انتہاپسندی سے خود تصوف کے ذریعہ نجات دلائی، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نظریہ کی انہوں نے تردید کی اس کے مطلب ومفہوم اور قدر وقیمت کا ان کو ذاتی طور پر عمیق ادراک تھا، مولانا محمد منظور نعمانی نے لکھا کہ اس امت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لیں ان میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا کارنامہ بہت ممتاز ہے، اسی طرح آخری دور میں امام ربانی شیخ احمد سرہندی نے دین کی تجدید وحفاظت اور احیاء شریعت کا جو عظیم کام ہمارے اس ملک میں لیا وہ بھی اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔ (الفرقان فروری ۱۹۵۹ء)

انہوں نے قید وبند کے مصائب برداشت کئے، طعنہ سہے لیکن اپنے دعوتی مشن سے کبھی غافل نہ رہے، اس لئے ہمارا مزاج بھی داعیانہ ہونا چاہئے اور دعوت دین کو ہماری زندگی کا جزو نہیں بلکہ پوری زندگی بن جانا چاہئے اوراس کے لئے ان تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں وقف کر دینی چاہئے، ساتھ ہی ارکان حکومت کی اصلاح کے لئے عوام کو بیدار کرنا اوران میں ایسے جذبات پیدا کرنا جن کا احتجاجی اثر ارباب حکومت کو اپنی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کردے، جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کیا یہ بھی ضروری ہے۔ بلاشبہ آپ کے تجدیدی کارنامے اور ایسے عظیم اور گرانقدر ہیں کہ جن سے اسلام کے نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوتا ہے، آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے ان اصلاحی اور تجدیدی مساعی کو مزید ثمر آور بنایا۔

(بقیہ کتابوں کی دنیا) ڈاکٹر ہمایوں اشرف کی نثری تحریر ”ندرت احساس کا شاعر حسن نواب حسن“ کے عنوان سے اور جناب علی عیسیٰ کی ”بھائی جان کے نام“ ایک نظم بھی شامل کتاب ہے، سانحۂ ارتحال پر ایک نظم مظفر حسین مظفر، مظفر پوری نے لکھا ہے، ان کا ایک مصرعہ بڑا حسب حال ہے، بھا گیا اور بےاختیار قلم کی نوک پر آ گیا۔

ہر اک صنف سخن پر اس نے خامہ توڑ ڈالا ہے

”کرب آگہی“ میں فکر کی ندرت، تخیلات میں ترفع، ہیئت کی پابندی اوزان وقافیہ کے سانچے میں ڈھلی شاعری قارئین کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے، ان کا اپنا رنگ وآہنگ اور اپنی لفظیات ہے، لیکن اس میں نامانوس اور اجنبی الفاظ نہیں ملتے، ان کو دوسرے معاصر شعراء کی طرح الفاظ کی تشکیل نہیں کرنی پڑتی، جن کے سمجھنے کے لیے ذہنی جمنااسٹک کرنی پڑے اور معنی کی تفہیم کے لیے پس ساختیات والوں کی تشریح کا سہارا لینا پڑے۔ دوسو چھبیس صفحات پر مشتمل یہ مجموعۂ کلام صائمہ پبلی کیشن لنگر ٹولی دریاپور پٹنہ سے طبع ہو کر منظر عام پر آیا ہے، دوسو روپے ادا کر کے اسے پٹنہ کے مختلف مکتبوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے، کاغذ، طباعت عمدہ ہے، ترتیب کا نقص عیاں ہے، کاش ان کے بقیہ کلام کو مرتب کر کے سلیقہ سے شائع کیا جاسکے، جو سلیقہ ان کی زندگی کا لازمہ تھا۔

(بقیہ باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم)

”ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو وہی تمہارے لئے بہتر ہو“ اگر یہ اسلام مخالف ماحول وحالات راہ راست سے بھٹکے ہوئے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملانے، اپنے روٹھے رب کو منانے، آپسی مخالفتوں ورنجشوں کو فراموش کر کے قومی اتحاد واتفاق کا ثبوت دینے کا ذریعہ بن گئے تو یہ عین رحمت الٰہی ہوگی، تجربہ عام ہے کہ جب ریوڑ کی بکریاں سرکش ہو جائیں تو مالک اس پر خونخوار درندوں کو مسلط کر دیتا ہے جن کے خوف سے وہ سرکشی سے باز آجاتے ہیں، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: **اعمالکم عمالکم** ”جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حاکم“۔ بیماری کو ہر کوئی ناپسند کرتا ہے، مگر جو بیماری بندے کو یاد الٰہی میں مشغول کردے، اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنادے وہ نصرت خداوندی سے کم نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ ظاہر وباطن کی اصلاح، رجوع الی اللہ اور عزم وحوصلہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت حاصل کی جاسکتی ہے، اور مخالف ماحول کو موافق بنایا جاسکتا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے ساتھ دنیا وآخرت میں عفو ودرگزر وعافیت کا معاملہ فرمائیں۔ آمین۔

باد مخالف سے نہ گھبرائے عقاب　　یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

جے، این، یو کے طلبہ پر حملہ بزدلی اور بوکھلاہٹ کی علامت: مولانا محمد شبلی القاسمی

سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف پورا ملک سڑکوں پر آ گیا ہے، بوڑھے، جوان، عورتیں، مرد سب لوگ اس سیاہ قانون کے خلاف بلاتفریق مذہب سراپا احتجاج ہیں، یہ قانون ملک کے بنیادی اور اساسی دستور کے خلاف ہے، اسی طرح انسانی حقوق اور بین الاقوامی قوانین کے بھی یکسر مخالف ہے، حتی کہ اقوام متحدہ کی مختلف دفعات کے خلاف ہے، اس قانون کا سب سے زیادہ نقصان ملک کے غریبوں، پسماندہ طبقات جھگی، جھوپڑیوں میں رہنے والے مختلف شہروں میں جا کر رزق کی تلاش کرنے والے دیہی علاقہ کے لوگوں اور آفات وحادثات سے متاثرین افراد کو پہونچے گا، اس قانون نے ملک کو دوسری تقسیم کی راہ پر ڈال دیا ہے، لوگوں سے سکون چھین لیا ہے، اس قانون کی ضرب ان لوگوں پر بھی پڑے گی جو تعلیم سے محروم رہے یا جن کے آباؤ اجدا تعلیم یافتہ نہیں تھے، اس لیے اس کے خلاف ملک کے تمام حصوں میں احتجاج ہو رہا ہے، یونیورسیٹی کے طلبہ اور اساتذہ بھی اس سیاہ قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں، یہ باتیں مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے پریس کے لیے جاری بیان میں کہی اور مولانا نے آگے کہا کہ مگر افسوس! ظالموں کی بزدلی اور درندگی کو کیا کہئے، ان کی آواز کو اور ان کے آئینی حقوق کو طاقت کے بل پر کچلنا چاہتے ہیں، حالانکہ ''پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا'' ایسا ہی افسوس ناک واقعہ ''جامعہ ملیہ اسلامیہ دلی'' ''علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی کے طلبہ وطالبات کے ساتھ ہوا تھا، جس کے خلاف پوری دنیا سے آواز بلند ہوگئی، پولیس اور حکومت کی بدنامی ہوئی اور ملک کی خوبصورتی کو داغ لگا، تحریک اور شدید ہوگئی، چاہیے تو یہ تھا کہ اس واقعہ سے سبق لیا جاتا اور پرامن تحریک کی حمایت کی جاتی، اور اس کالے قانون کی واپسی کے لیے حکومت سنجیدہ ہوتی۔ ۵/جنوری کی رات کو ''جواہر لال نہرو یونیورسٹی'' کے طلبہ وطالبات کے ساتھ جو ظلم وستم ہوا، اور جس طرح نقاب پوش فسادی، دنگائی دہشت گرد لوگوں نے یونیورسٹی کے احاطہ میں گھس کر طلبہ وطالبات کے کمرے اور ان کی مطالعہ گاہوں میں جا کر ظلم وبربریت کا ننگا ناچ کیا اس نے انسانی درد رکھنے والے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، انسان نما درندوں نے درجنوں طلبہ وطالبات اور اساتذہ کو خون سے لہولہان کر دیا، مگر پولیس خاموش تماشائی بنی رہی اور اس طرح ایک بار پھر ملک پوری دنیا میں بدنام ہو رہا ہے، پورا دیش ان زخمیوں اور متاثرین کا درد اپنے سینے میں محسوس کر رہا ہے، ظلم اور ظالم کے خلاف غم وغصہ میں ہے۔ ہم اس واقعہ کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں، اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ دہشت گردوں کی شناخت کر کے اسے سخت سے سخت سزا دے اور پرامن احتجاج کرنے والوں کو تحفظ فراہم کرے، جو حکومت اپنے شہریوں کو تحفظ فراہم نہ کر سکے وہ حکومت دوسرے ملک کے باشندوں کو شہریت اور تحفظ کیا دے سکتی ہے؟ یہ سراسر ڈھونگ ہے، جھوٹ ہے اور گندی سازش ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ظلم سے حق کی آواز کو ختم نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ حق کو دبانے کی جتنی کوشش ہوگی حق اور مضبوطی کے ساتھ ابھرے گا، جے این یو (JNU) کا واقعہ بھی اس تحریک کو قوت دے گا اور ملک میں اس تحریک میں اور تیزی پیدا ہوگی۔ مرکزی حکومت کو چاہئے کہ ہوش کے ناخن لے اور ملک کو تباہی سے بچائے اور سیاہ قانون واپس لیکر شہریوں کو تحفظ فراہم کرے اور ان کے حقوق انہیں واپس کرے اور اپنی انا کا مسئلہ نہ بنا کر سنجیدگی سے غور کرے اور ملک کو بحران سے نکالے۔

این پی آر، این آر سی کا پہلا قدم: امارت شرعیہ

''لوک تانترک جن پہل'' کے ذریعہ شہریت ترمیمی قانون، این آر سی اور این آر پی کی مخالفت میں گاندھی میدان پٹنہ میں چلائے جارہے بھوک ہڑتال کے تیسرے دن بھی بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے، مختلف سیاسی، غیر سیاسی جماعتوں اور ملی تنظیموں کے نمائندے بھی وہاں پہونچے، خاص طور سے بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کی اہم ملی ومذہبی تنظیم امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی اور امارت شرعیہ کے دیگر افراد، محترمہ کنچن پالا، اشوک کمار اور راجد کے بزرگ لیڈر سیوانند تیواری بھی شریک ہوئے، مولانا قاسمی نے وہاں کہا کہ مرکزی حکومت کے ذریعہ تھوپے گئے قانون کے خلاف پورا ملک سڑکوں پر آ گیا ہے اور ملک کی بڑی آبادی سراپا احتجاج بن گئی ہے، آزادی کے بعد کسی معاملہ میں لوگوں میں اتنا غم وغصہ نہیں دیکھا گیا اور نہ اس طرح کی کوئی تحریک دیکھی گئی، یہ قانون ملک کے تمام باشندوں کے حقوق پر ضرب ہے اور ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کے بنائے ہوئے قانون کو ختم کرنے اور ملک پر منوسمرتی لانے اور یکساں سول کوڈ نافذ کرنے کی طرف ناپاک قدم ہے، حکومت نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا ہے کہ اس قانون کو این آر سی سے کچھ لینا دینا نہیں اور دہلی کے رام لیلا میدان سے ملک کے وزیر اعظم نے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ ہم لوگوں نے کبھی این آر سی کی بات کہی ہی نہیں ہے، اس جھوٹ پر ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا حیران رہ گئی، اس سیاہ قانون کی مخالفت کے درمیان این آر سی کا لفظ چھوڑ کر این پی آر مسلط کرنے کا فرمان جاری کر دیا گیا اور این، آر، سی کی شقوں کو این پی آر میں داخل کر دیا گیا، یہ بات خود وزرات داخلہ کی رپورٹ میں درج ہے کہ این پی آر، این آر سی کا فرسٹ اسٹیج ہے، چند دنوں پہلے ملک کے وزیر قانون روی شنکر پرشاد نے بھی کہہ دیا کہ ہم این، پی، آر کا ڈاٹا این، آر، سی میں استعمال کر سکتے ہیں، اسی لیے سی، اے، اے، این، آر، سی کی طرح پورا ملک این، پی، آر کا بھی مخالف ہو گیا، اس تلخ حقیقت کے باوجود بہار کے نائب وزیر اعلیٰ سشیل کمار مودی نے بہار میں مئی کے مہینے سے این، پی، آر شروع کرنے کا اعلان کر دیا ہے، جبکہ دوسری طرف بہار کے محترم وزیر اعلیٰ اعلان کر چکے ہیں کہ ریاست میں این آر سی نہیں آنے دیں گے، محترم وزیر اعلیٰ کو چاہیے کہ این، پی آر کی مخالفت میں آگے آئیں اور اپنی ریاست میں موجودہ حالت اور موجودہ شکل میں کسی بھی طرح این پی آر کا نفاذ نہ ہونے دیں اور مرکزی حکومت سے مطالبہ کریں کہ این، پی، آر میں کوئی ایسا کالم ہرگز نہ شامل کریں جس سے ملک کے کسی شہری کو کسی طرح کی کوئی پریشانی ہو اور اسے این، آر، سی میں استعمال کیا جا سکے۔ مولانا نے کہا کہ حکومتوں کو سمجھنا چاہیے کہ اقتدار لوگوں کی نفع رسانی، امن وانصاف کی بحالی اور لوگوں کو راحت پہونچانے کے لیے ملا ہے نہ کہ زمین پر ناانصافی، ظلم اور خوف کا ماحول پیدا کرنے کے لیے ملا ہے، ظلم، ظلم ہے جو ختم ہو کر رہے گا، لوگوں کو حوصلہ اور ہمت کے ساتھ اس ظلم کے خلاف ڈٹے رہنے کی ضرورت ہے، مولانا موصوف نے مزید کہا کہ اس سیاہ قانون کے خلاف کئی طرح کے پرامن مظاہرے، سائیکل ریلی، نکڑ سبھا، کینڈل مارچ، انسانی زنجیر، دھرنا، اجلاس، جلوس، مختلف قسم کے ہندی زبان میں اس قانون کے خلاف نعرے اور سلوگن عام جگہوں پر لکھنا اور بند وغیرہ کا کام ہو رہا ہے کہ مختلف سیاسی، غیر سیاسی پارٹیاں اور جماعتیں اسے پورے ملک میں کر رہی ہیں، ہمیں مضبوطی کے ساتھ اس میں شریک ہونا چاہئے، یہ لڑائی لمبی بھی ہو سکتی ہے اس لئے ان کاموں کو ترتیب بنا کر انجام دیں، بلاتفریق مذہب علاقہ کے باشعور افراد اس کے لیے مختلف مقامات پر مختلف تاریخوں میں میٹنگ کر کے مشورہ کیا کریں اور پالیسی طے کریں، تحریک کے طریقے مؤثر اور پرامن بنائیں اور احتجاج کو میڈیا کے ذریعہ عام کریں، سوشل میڈیا کا خوب استعمال کریں، اس کالے قانون کے خلاف ہر احتجاج کی قیادت باثر اور تجربہ کار افراد کریں، تحریک میں شریک حضرات ان کی باتوں کو مانیں، یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ یہ معاملہ نہ ہندو کا ہے نہ مسلمان کا اور نہ کسی اور خاص مذہب کا بلکہ ملک کے ایک ایک شہری، ملک کے دستور اور ملک کی سالمیت کا ہے، اس لیے تمام لوگوں کو لیکر مضبوط حوصلے اور کامیاب تدبیروں کے ساتھ آگے بڑھیں یہ ملک ہمارا ہے، ملک کو بچانا ہمارا فرض ہے، اس کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ واضح رہے کہ مرکزی دفتر امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان اور ذیلی دفاتر کے حضرات قضاۃ NPR, CAA اور NRC کے خلاف بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مختلف جماعتوں کے ساتھ دھرنوں اور مظاہروں میں شرکت کر رہے ہیں۔

ووٹر لسٹ کی اصلاح ۱۵/جنوری تک ووٹرس متوجہ ہوں: امارت شرعیہ

گذشتہ کئی ماہ تک ووٹر ویری فکیشن اور کرکشن کا کام پورے ملک میں ہوا، اس کام کی اہمیت کے پیش نظر امارت شرعیہ اور کئی ملی تنظیموں نے اس کے لیے بیداری مہم چلائی، وقت ختم ہونے پر الکشن کمیشن سے مطالبہ کیا گیا کہ وقت میں اضافہ کیا جائے، تاکہ کوئی شخص اس سے چھوٹ نہ سکے۔ لوگوں نے اس کام کو مستعدی سے کیا، بہت سے لوگوں نے آن لائن ویری فکیشن اور تصحیح کا کام کیا۔ اب ووٹر ویری فکیشن کا کام مکمل ہو چکا ہے اور حکومت نے اس کی بنیاد پر ووٹر لسٹ کا ڈرافٹ شائع کیا ہے جو کہ الیکشن کمیشن کے آفیشیل ویب سائٹ www.nvsp.in پر بھی دستیاب ہے اور سبھی بوتھ کے بی ایل او کو فراہم کر دیا گیا ہے۔ الیکشن کمیشن نے اعلان کر دیا ہے کہ تمام ووٹرس دیکھ لیں کہ ان کا نام درست ہو سکا ہے یا نہیں، جن ناموں کو جوڑنا تھا وہ ووٹر لسٹ میں شامل ہوئے یا نہیں، اس کام کے لیے صرف ۱۵/جنوری ۲۰۲۰ء تک کا وقت دیا گیا ہے تاکہ لوگ اپنا نام ووٹر لسٹ کے ڈرافٹ سے ملا لیں، اگر کوئی غلطی باقی ہو یا جن لوگوں نے فارم۔ ۶ بھرا اور ان کا نام نہیں شامل ہو پایا وہ اپنے بی ایل او سے مل کر یا بلاک میں موجود مقامی الیکشن آفس میں جا کر نام درج کروا لیں یا غلطیوں کو درست کرا لیں۔ آپ کی شکایتوں کے ملنے کے بعد شکایت کے نپٹارے کی تاریخ ۲۷/جنوری ۲۰۱۹ء دی گئی ہے، ۷/فروری کو فائنل ووٹر لسٹ کی اشاعت ہوگی، اس کے بعد غلطی کی اصلاح یا نئے نام کا اندراج آسان نہیں ہوگا۔ اس لیے وقت رہتے اس کام کو کر لیں اور اپنے اپنے نام کو ووٹر لسٹ سے ملا کر اطمینان کر لیں کہ جو اصلاحات آپ نے کرائیں وہ ہوئیں یا نہیں، اسی طرح سے جن نئے ووٹروں کا نام آپ نے درج کرایا وہ واقعی درج ہوا کہ نہیں۔ اس معاملہ کو ہلکے میں ہرگز نہ لیں، ووٹر لسٹ میں آپ کا نام ہونا بہت اہمیت رکھتا ہے، ووٹر لسٹ میں ناموں کا ہونا ہمارا دستوری حق ہے، اس لیے اس پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ پڑھے لکھے لوگ اس سلسلہ میں دوسروں کی مدد کریں، ہر بوتھ کے بی ایل او سے ووٹر لسٹ ڈرافٹ مانگ لیں یا نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کر لیں اور ہر ووٹر کا صحیح نام دیکھیں، اگر غلطی باقی ہے تو مستعدی سے متعینہ وقت کے اندر اس کو درست کر لیں، اس لیے کہ بہت سے علاقوں سے خبر آ رہی ہے کہ ویری فکیشن کے بعد بھی بڑی تعداد میں لوگوں کے ناموں میں غلطیاں ہیں۔

وفاق المدارس کی امتحان کمیٹی کی میٹنگ ۱۶/جنوری کو

وفاق المدارس الاسلامیہ کے ناظم حضرت مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے ایک خصوصی بیان میں فرمایا کہ وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ، جس سے پونے تین سو سے زائد مدارس ملحق ہیں، ان کے سالانہ امتحانات کی تیاری شروع ہوگئی ہے، اس سلسلہ میں ۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۶/جنوری ۲۰۲۰ء روز جمعرات دس بجے دن امارت شرعیہ کے میٹنگ ہال میں ایک اہم میٹنگ رکھی گئی ہے، جس میں سالانہ امتحان کی تاریخ، ترتیب سوالات کی نوعیت اور امتحان فیس کی ادائیگی کے مسئلے اور دیگر اہم امور پر غور وخوض کیا جائے گا، ممبران کو دعوت نامہ ارسال کیا جا چکا ہے اور فون سے رابطہ بھی کیا جا رہا ہے، مفتی صاحب نے فرمایا کہ جن حضرات تک دعوت نامہ نہیں پہونچا ہو، یا فون سے رابطہ نہ ہو سکا ہو اور وہ امتحان کمیٹی وفاق کے ارکان میں شامل ہوں تو میٹنگ کی اہمیت کے پیش نظر دیگر مصروفیات ومشغولیات پر اس میٹنگ کو ترجیح دے کر ضرور تشریف لائیں، تاکہ امتحان سے متعلق جملہ امور طے کرنے میں آسانی اور سہولت ہو۔

Volume:60/70, Issue: 02 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

وہ نوائے مضمحل کیا نہ ہو جس میں دل کی دھڑکن
وہ صدائے اہل دل کیا جو عوام تک نہ پہونچے
(شکیل بدایونی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

مفتی عبدالنصیر قاسمی

آج امت مسلمہ جن حالات سے دوچار ہے وہ کسی ہوشمند سے مخفی نہیں، ہر صبح ظلم وستم کی داستان اور ہر رات بربریت وخون ریزی کا پیغام دیتی ہے، اب تو امت ظلم وستم کی ایسی عادی ہوگئی ہے کہ ان واقعات پر تعجب بھی نہ رہا، کسی کے مدد کی توقع کیا ہوتی زبانی ہمدردی وتسلی کی امید بھی فضول نظر آتی ہے، حدیث نبوی کا عین الیقین ہو چکا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں بے ایمان، ایمان والوں پر ایسا ٹوٹ پڑیں گے جیسے بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اور اسلام پر چلنا انگار کا شعلہ ہاتھ میں لینے کے مترادف ہوگا۔ برسر اقتدار امراء اور دیگر سیاسی رہنماؤں کی مثال مکار وعیار اور شاطر بلی اور خوفزدہ بےبس چوہوں کی سی ہو چکی ہے، ایسی ناگفتہ بہ صورت حال میں امت مسلمہ کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے؟۔ سب سے پہلے تو خوف ومایوسی کو اپنے قریب بھی نہ آنے دیا جائے اور سوچیں خوف کس بات کا ہے؟ کیا اپنی موت کا خوف ہے؟ وہ تو آنی ہی ہے، اگر شہادت کی نہیں تو بستر مرگ پر پاؤں رگڑ رگڑ کر ہی سہی۔۔۔ یا امت مسلمہ کے مٹ جانے کا خوف ہے؟ حالانکہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعاء ہے کہ اے اللہ میری امت پر ایسا حاکم مسلط نہ کر جو ان کو نیست ونابود کر دے۔ یا پھر اسلام کے مٹ جانے کا اندیشہ ہے؟ اسلام تو قیامت تک باقی رہے گا، اگر اسلام نہ رہا تو دنیا بھی فنا ہو جائے گی، غرض گھبراہٹ وخوف مسئلہ کا حل نہیں، نیز امت مسلمہ کے لئے یہ حالات کوئی نئے نہیں، انگریزوں کی حکومت میں اس سے زیادہ خوفناک وکربناک حالات سے امت مسلمہ نبرد آزما ہو چکی ہے، ہمیں یاد ہونا چاہئے کہ ہمارے آباء واجداد ہی نے انگریزوں کی منحوس وناپاک اقتدار کا تختہ الٹا ہے، نہ پھانسی کے پھندے انہیں ڈرا سکے، نہ گولیوں کی بوچھار خوف زدہ کر سکی اور نہ توپ کے گولے ان کے عزم وحوصلہ کو پسپا کر سکے، وہ سینہ سپر ہو کر حالات کا مقابلہ کرتے رہے۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ان مع العسر یسرا (الم نشرح:٦) ''ہر تنگی کے بعد فراخی ہے'' رات چاہے کتنی ہی تاریکی ووحشت ناک ہو، صبح کا سورج ضرور طلوع ہوتا ہے اور یہ یاد رکھیں کہ حکومتیں کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے مگر ظلم کے ساتھ نہیں پنپ سکتیں، مظلوم کا خون ضرور رنگ لاتا ہے۔

دوسرا کام: اپنے اندر عزم وحوصلہ، ہمت وثابت قدمی پیدا کرنا اور پروان چڑھانا ہے، اس لئے کہ جو قوم خوف ودہشت کی وجہ سے ہمت وحوصلہ سے محروم ہو جاتی ہے وہ اپنی موت خود مر جاتی ہے اور دشمن یہی چاہتا ہے کہ مسلم قوم بدحواسی ومایوسی کا شکار ہو جائے، لہذا ان حالات میں امت کو بلند ہمتی واستقامت کا درس دینا ہوگا، جس کے لئے صحابہ کرامؓ، امت کے صوفیاء واولیاء، بزرگان دین واکابرین امت کے کارناموں، قربانیوں اور قابل تقلید واقعات کو مساجد ومکاتب اور دیگر مجالس میں پڑھا جائے اور وعظ ونصیحت میں سنا اور سنایا جائے، خاص طور سے حضرت شیخ زکریا علیہ الرحمہ کی فضائل اعمال کا وہ حصہ جو ''حکایات صحابہؓ'' ''مسلمانوں کی موجودہ پستی اور اس کا واحد علاج'' پر مشتمل ہے امت کے ہر طبقہ کو حرض جاں بنانا چاہئے، کیونکہ یہ ایسا کیمائی اثر رکھتی ہے جس نے امت کے ہر طبقہ میں اصلاحی انقلاب برپا کیا، امت مسلمہ کے بڑے طبقہ کو مثبت انداز سے بدعت وضلالت، شرک وجہالت کے اندھیروں سے نکال کر سنت واتباع کی راہ پر پہنچایا اور مسلکی تصلب اور اعتدال واعتماد کا درس دیا، مگر صد افسوس! آج ایسی کراماتی تصنیف بھی مظلومیت کا شکار ہے اور حقیقتاً یہ کتاب پر نہیں اپنے آپ پر ظلم ہے، اگر مریض کو ڈاکٹر ودوا سے بغض ونفرت ہو جائے تو اسے کفن تیار کر لینا چاہئے، غرض جس قوم میں یہ دنوں باتیں پیدا ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت نہ اسے ڈرا سکتی ہے نہ جھکا سکتی ہے اور نہ مٹا سکتی ہے، وہ وقت کے فرعون سے بےخوف ہو کر یوں گویا ہوتے ہیں فاقض ما انت قاض (سورہ طٰہٰ ٧٢) (بقیہ صفحہ ١٠ / پر)

امارت پبلک اسکول گریڈیہ اور رانچی میں داخلے جاری